اللہ اکبر

جادۂ عمل

مصنفہ

سید محمد نظیر صاحب بی اے بی ایل وکیل

جسمیں

مسلمانان ہند کی پستی اور تنزل دکھلا کر بتایا گیا ہی کہ کس طریق پر

عمل پیرا ہونے سے وہ اپنی افرادی و ملی زندگی کو نشو و نما دیسکتے ہیں

[illegible]

مطبع ہاشمی دربھنگہ میں طبع ہوا

قیمت

۷۸۶

جادۂ عمل

مصنفہ

سید محمد نظیر حسن صاحب بی اے بی ایل وکیل

جسمیں

مسلمانان ہند کی پستی اور تنزل دکھلا کر بتایا گیا ہے کہ کس طریق پر عمل پیرا ہونے سے وہ اپنی افرادی و ملی زندگی کو نشو و نما دے سکتے ہیں۔

[illegible] ہاشمی پریس قلعہ [illegible]

عنوان

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

کے نام نامی کیساتھ اس ناچیز تصنیف کو معنون کرکے میں

شرف حاصل کرتا ہوں

خاکسار

محمد نظیر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

قانون قدرت یہ ہے کہ جس قوم میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رہتی وہ فنا ہو جاتی ہے جس قوم میں صلاحیت کسی قدر رہتی ہے وہ ہزار مشکلوں کیساتھ اپنے آپ کو محفوظ رکھتی ہے، اور جس قوم میں یہ صلاحیت زیادہ ہوتی ہے وہ دوسری قوموں کو اپنے تحت و قابو میں کر لیتی ہے تاریخ اقوام کا مطالعہ یہی سبق دے رہا ہے اور اصول ارتقا بھی یہی بتا رہا ہے مسلمانوں کی حالت اس وقت ہندوستان میں نہایت نازک و ابتر بلکہ ناگفتہ بہ ہے مسلمانوں کو ہندوستان میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں ہے لیکن اکثر مسلمانوں کو اس کا یقین نہیں ہے اسلئے میں نے اس کتاب میں مسلمانوں کی موجودہ

حالت کا نقشہ کھینچ دیا ہے، اور ہندوؤں سے مقابلہ کر کے
یہ دکھایا ہے، کہ ہندو ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے
ہیں، ہندوؤں سے مقابلہ کرنے میں میرا مقصد ان کے خلاف
نفرت پھیلانا نہیں ہے، کیونکہ میرا یقین ہے کہ ہندو مسلم اتحاد
ہی میں ہندوستان کی فلاح و بہبود مضمر ہے، اور میں نے یہ
بتانے کی بھی کوشش کی ہے کہ مسلمان اپنی ابتر حالت کو بہتر
کیسے بنا سکتے ہیں تاکہ ان میں زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے
ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت قائم رہے، یا ہندوؤں کا راج
ہو، ڈومینین اسٹیٹس (درجۂ مستعمرات) ہندوستان کے لیے یا مکمل آزادی
ہو، دستور اساسی میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ کر دیے جائیں یا غیر محفوظ
رہیں، ہر حالت میں مسلمان فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے اگر انہوں نے
زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں پیدا کی۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ
حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یعنی خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا
جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدل لے۔

میں عاصی دینیات اور اصلاح قوم کی تبلیغ و تنظیم تمنا چھوٹا منہ بڑی
بات مگر مسلمانوں کی زبوں و زار حالت اور کچھ احباب کی خواہش نے مجھے
قلم اٹھانے کی جرأت دی ہے۔

خاکسار

دربھنگہ

محمد اظہر

۱۵ فروری سنہ ۱۹۳۱ء

رام راج
اور
مسلمانوں کی غفلت

برادران اسلام ۔ آپ خواب غفلت میں کیوں پڑے
ہیں ۔ آپ اپنی قسمت کی کشتی کو تلاطم حوادث کی ناخدائی پر چھوڑ کر
زندگی کی تگ و دو سے فارغ ہو کر ہاتھ پر ہاتھ کیوں دھرے
بیٹھے ہوئے ہیں ۔ یہ بے حسی و پژمردگی اور مقابلہ کا فقدان کیوں ہے
کیا دنیا کی آپ کو خبر نہیں ۔ آپ میں جذبہ غیرت اس قدر مفقود ہو
گیا ہے ۔ کیا آپ واقف نہیں ہیں کہ ہندو سرگرم عمل ہیں ۔ بہ سرعت
سے میدان ارتقا میں گامزن ہیں ۔ بام عروج پر پہنچے ہوئے ہیں
پارسی کی قلیل التعداد جماعت آج معراج ترقی پر ہے ۔ سکھ جیسی
مٹھی بھر قوم نے اپنا سکہ جما دیا ہے ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہندو رام
راج کی تیاری کر رہے ہیں ۔ یہ آپ کو ہندوستان سے نکالنا
چاہتے ہیں ۔ کفر کی طاغوتی طاقت اسلام کو الٹی میٹم دے چکی ہے

حریف کی متحدہ قوتیں محاذِ جنگ پر صف آرا ہیں، مگر مسلمان
ہیں کہ تفرقہ پستی میں افتادہ ہیں۔ مسلمانانِ ہند و دنیا کے فولادی
نظام سے مرعوب ہو چکے ہیں۔ ان کے تنزل و انحطاط پستی و ذلت
کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے، لیکن اب مسلمانوں کی ذلت و عزت کا
سوال نہیں ہے، بلکہ اب سوال ہے مسلمانوں کے حیات و موت
کا۔ آج امت مرحوم جاں بلب ہے، نزع کا عالم ہے۔ آہ کہ مسلم
قوم جو دنیا میں پیغام امن و صلح لیکر آئی تھی، آج بدامنی و بےچینی
میں مبتلا ہے۔ آج اس پر ذلت و خواری بےکسی شکستہ و ناداری
مسلط ہے۔

چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

برادرانِ اسلام۔ آپ اسلئے بیدار نہیں ہوتے کہ آپ
کو اپنی پستی و ذلت کا یقین نہیں ہے۔ آپ اس لئے آنکھیں نہیں
کھولتے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ مسلم قوم اب سرزمین سے جلد
صفحۂ ہستی سے مٹنے والی ہے، اسلئے آپ کو اس قوم کی حالت
دکھاؤں، اور جس غلط فہمی میں آپ مبتلا ہیں اس کو دور کروں
اور بتاؤں کہ آپ کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی تعداد

اور اس کی کیفیت

ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان بستے ہیں اور ان کا
خیال ہے کہ یہ سات کروڑ مسلمان کبھی مٹ نہیں سکتے۔ کیونکہ سات
کروڑ مسلمان ستر کروڑ کافر پر غالب ہیں۔ اور ہندو تو بائیس ہی کروڑ
ہیں۔ اس واسطے یہ غیر ممکن ہے کہ ہندو سے مسلمان مغلوب
ہو جائیں۔ یہ زعم باطل ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ یہ فنا کرنیوالی غلط فہمی
ہے۔ یہ پیش خیمہ بربادی ہے۔ برادران اسلام

اسپین کے مسلمان کہاں ہیں؟

آپ کو معلوم ہے مسلمانوں نے اسپین میں آٹھ سو برس
تک حکومت کی۔ وہ حکومت کیا ہوئی وہ مسلمان کہاں گئے۔ اُن
کی عظمت کیا ہوئی۔ سنئے اور غور سے سنئے۔ اسپین کے
مسلمانوں میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رہی۔ ان میں اتحاد
عمل نہ رہا۔ یہ غیر منظم ہو گئے۔ یہ آپس میں جنگ و جدال کرنے
لگے۔ ان پر غفلت طاری ہو گئی۔ اس غفلت کا کیا نتیجہ ہوا۔ کیا
آپ نہیں جانتے۔ آپ کو معلوم ہے۔ مگر آپ عبرت نہیں پکڑتے
اگر نہیں معلوم تو سنئے۔ اسپین کے مسلمانوں کو اپنی غفلت کا

نتیجہ بھگتنا پڑا، دشمنوں نے گاجر مولی کی طرح ان کو کاٹ
ڈالا، عورتوں، بچوں، اور بوڑھوں کو سمندر میں ڈبو دیا
مسجدیں زمین کے برابر کر دی گئیں دار العلوم و مدرسہ
خانقاہ و قبرستان، سر بفلک عمارت و شاہی محل کل نشانات
مسلمانوں کے مٹا دیے گئے، آج اسپین میں ایک مسلمان
نہیں، اگر ایک سیاح آج اسپین جاتے تو اس کو پتہ
نہ چلتا کہ حکومت کیا، بلکہ مسلمان بھی اس ملک میں بستے تھے
سنا آپ نے اسپین کی حالت، صرف اسپین نہیں، بلکہ بہت سے
ملکوں سے مسلمان بے خانماں ہو کر نکلے، جو جہاں گیر و جہاں دار تھے
تھے، جو جہاں بان و جہاں آرا تھے، آہ! آج ان کا نام و نشان
نہیں، برادران اسلام کیا اسپین کے مسلمانوں کو خدا پر
ایمان نہیں تھا، کیا قرآن پاک پر ان کو اعتقاد نہ تھا۔ تو
پھر کیوں مٹ گئے، اسپین کے ایک مسلمان دس پر کیوں
غالب نہ آئے، سنئے جو قوم تعداد میں کم ہے اور نہ ایمانی
قوت ہے نہ جسمانی قوت نہ دماغی قابلیت نہ اخلاقی، نہ اس
میں اتحاد و اتفاق ہے نہ تنظیم، نہ دولت ہے اور نہ علم، وہ
قوم مٹ جاتی ہے، ہندوستان میں مسلمان ہندو قوم سے
کم ہیں، یعنی مسلمان سات کروڑ ہیں، اور ہندو بائیس کروڑ
اسلئے مسلمان فنا ہو جائیں گے، کیونکہ ہندوستان کے مسلمان

جاہل، مفلس ہیں، نہ دماغی قابلیت ہے، نہ جسمانی قوت، آپس میں جنگ و جدال ہے، بھائی کا بھائی دشمن ہے، آپ پہنچیں گے اور کہیں گے کہ ایک مسلمان دس کافروں کے برابر ہے، اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے کہ ایک مسلمان دس پر غالب آسکتا ہے، بلکہ سینکڑوں پر۔ مگر پہلے کے مسلمان ایسے تھے، بعد کو ضعف کے باعث ایک مسلمان کو دو کافروں کے برابر کر دیا گیا ہے۔ ہاں اسلام کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ ایک مسلمان دس پر کیا بلکہ ہزار پر بھی بھاری رہا ہے، عہد رسالت کو لیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے ہمیشہ کم تعداد سے مقابلہ کیا ہے کوئی غزوہ ایسا نہیں جس میں مسلمانوں کی تعداد کفار سے زیادہ یا مساوی بھی رہی ہو، مگر باوجود کمی تعداد فتحمندی مسلمانوں کو ہوئی غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کفار سے نصف سے بھی کم تھی، مگر مسلمانوں کو وہ شاندار فتح ہوئی کہ اب تک یادگار زمانہ ہے عہد رسالت کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ مبارک کو لیجئے۔ کیا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کثیر التعداد فوج تھی جب نے ممالک عراق و فلسطین مصر، فارس وغیرہ کو فتح کر لیا تھا، نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ تاریخ اسلامی پر غور کرنے سے بہت ایسے واقعات کا پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سے

بڑی طاقت بھی تھی مگر مسلمانوں کے عزم و ارادہ کو شکست دینے
میں کامیاب نہ ہو سکی، اور نہ ان کے پائے استقلال کو کوئی
قوت ڈگمگا سکی، بلکہ خود منہ کی کھائی، جب اسکندریہ فتح ہو گیا
تو دمیاط کی طرف مقداد بن اسود کندیؓ کی سیادت میں چالیس
پہلوانوں کو حضرت خالد بن ولید نے روانہ کیا، مسلمانوں کی قلیل
جماعت جب ان کے چالیس ہزار سپاہیوں سے مقابلہ کیلئے
تیار ہوئی تو وہاں کے لوگوں نے مذاق اڑایا، اور بہ طریق استہزاء
کہنا شروع کیا کہ یہ عقل کے بدوی اونٹوں کے چرانے والے وحشی
قوم ہم سے لڑنے چلے ہیں، بھلا ان وحشیوں کو اس ملک کی حکومت
کرنے کی کیا سوجھی ہے، یہ صحرائی مرد میدان میں آ کر ہمارے
مقابلہ کرتے ہیں، اس ملک کے حکمران کا سب سے بڑا بیٹا بہرنادی
بہت بہادر تھا، اس قلیل جماعت کو دیکھ کر جھنجھلا سا گیا اور کیوں
نہیں ایک طرف چالیس مسلمان تھے، اور دوسری طرف چالیس
ہزار بہادر جنگ جو سپاہی تھے، چالیس مسلمانوں کا کہنا تھا
کہ اس نے جنگی لباس زیب تن کیا، گھوڑے پر سوار ہو علم لیکر فوراً
میدانِ جنگ میں آ گیا، اور علم میدان میں گاڑ دیا، اس کے
بعد شیر غراں کی طرح دہاڑا کہ مرد میدان ہے تو مقابلے میں آئے
لشکر اسلام میں سے حضرت ضرار بن ازورؓ نے مقابلہ کیا اور اس
شان سے مقابلہ کیا، کہ معلوم ہوتا تھا، گویا زمین کانپ گئی اور آسمان

ٹھہرا گیا، خوب مقابلہ ہوا، ہر ہر یار اگیا، فوج اعدا میں ایک کھلبلی پڑ گئی اور آخر مجبور ہو کر بھاگے،

برادران اسلام دیکھا آپنے چالیس کا مقابلہ چالیس ہزار کا اب آئیے ذرا ساٹھ کا مقابلہ ساٹھ ہزار سے بھی دیکھ لیجئے، ملک شام فتح ہوا ہے، کیونکہ مسلمان سپہ سالار کفار کے سپہ سالار کو پیغام دیتا ہے کہ اگلے دن ساٹھ مسلمان کا مقابلہ ساٹھ ہزار کافر سپاہیوں سے ہوگا، قدرت خدا کا تماشا دیکھنا :: قدرت خدا کا تماشا ان کفار کی آنکھوں نے دیکھا، ساٹھ مسلمان سپاہی کا مقابلہ ساٹھ ہزار کافروں سے ہوتا ہے، پانچ ہزار کافر قتل ہوتے ہیں، اور پچپن ہزار بھاگ جاتے ہیں، مسلمان صرف پانچ شہید ہوتے ہیں، پانچ قید ہوتے ہیں، عہد صحابہ کے بعد شاہان اسلام کو لیجئے، یہاں بھی مسلمانوں کو فتحمندی قلیل التعداد فوج سے ہوئی ہے، ان واقعات سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوا کہ ایک مسلمان دس پر کیا، بلکہ ہزار پر بھی غالب آ سکتا ہے اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں، مگر آہ کہ مسلمان

سخت غلط فہمی

میں مبتلا ہیں، یہ مسلمان جن کا اوپر تذکرہ ہوا، ہم ایسے مسلمان

نہ تھے، بلکہ پکے ایماندار تھے، ایسے ہی مسلمان کی طرف ڈاکٹر اقبال کا اشارہ ہے،

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اسکے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ہم لوگ پیدائشی مسلمان ہیں، آج سات کروڑ مسلم آبادی اس قریب ہیں ہے کہ سات کروڑ مسلمان بائیس کروڑ ہنود پر بھاری ہیں، ہندو مسلمان کا بال بیکا نہیں کر سکے، کیا عربوں نے طرابلس الغرب میں اٹلی کا مقابلہ نہیں کیا، پھر ان کو شکست کیوں ہوئی، جنگ عظیم میں ترک کیوں پسپا ہوئے، انگریزی و ہندوستانی فوج سے ترکوں نے خوب مقابلہ کیا، آج یہ اناطولیہ میں دبکے بیٹھے ہیں، ہندوستان میں ہندوؤں سے مسلمان کیوں پٹ جاتے ہیں، یہ کیوں ہندوؤں پر غالب نہیں آتے، آئے دن سنتے ہیں کہ کلکتہ میں مسلمان یوں پٹے، بمبئی میں یوں مارکھایا، بتیا میں اسطرح تباہ ہوئے، فلاں جگہ اذان بند کی گئی، اور مسلمان یوں گھائل ہوئے،

برادران اسلام، آپ حکومت یا ہندوؤں کو ملزم ٹھہراتے۔ مگر میں تو مسلمان ہی کی غفلت و بدعملی کا نتیجہ سمجھتا ہوں، سنئے، اول تو قرون اولی والے مسلمانوں کے ایسا ایمان نہیں، دوسرے باہمی جنگ وجدال، جہالت، مفلسی

بے نظمی، وغیرہ ہیں مسلمانوں کے شکست کے وجوہات
ہیں، مسلمانوں کو زعم ہے، کہ ہم سات کروڑ ہیں جیسی حالت
آج مسلمانوں کی ہندوستان میں ہے۔ اس لحاظ سے یہ
سات کروڑ ایک لاشہ ہے، اگر آپ مجھے معاف فرمائیں تو میں
یہ بھی کہوں گا کہ اگر آپ کے پاس ایمان ہے، لیکن ساز و سامان
نہیں، علم نہیں تو فقط خدا پر تکیہ کرنا کافی نہیں، کیونکہ خدا کا
ایسا حکم نہیں، یہ ہمارا ایمان ہے، اور ہونا چاہیئے، کہ خدا کو
پوری قدرت حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے غالب کردے اور
وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور کرتا ہے، مگر اس نے خود قانون
بنایا ہوا ہے کہ اس عالم اسباب میں اس کے لئے چند چیزیں
سامان بہم کرنا بہت ضروری ہے، آپ ہی فرمائیے کہ آپ کو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ایمان ہے کیا آنحضرت
کو خدا پر تکیہ نہ تھا وہ اگر تکیہ تھا، اور ضرور تھا، تو پھر میدان جنگ
میں حضور مسلح ہو کر کیوں جاتے تھے، مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ
کیوں ہجرت کر گئے، آپ ہی فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کون کون جنگ
بغیر تیاری کیا یا کس کس جنگ میں نہتے گئے کیا ان کے پاس
ایمان تھا تو سامان جنگ نہ تھا، آلات حرب نہیں تھے کیا فن
جنگ سے وہ بے بہرہ تھے، ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں، خدا کی

زراعت پیشہ جو ہم سے زیادہ ایمان رکھتے تھے۔ مگر طلب معاش و رزق حلال کیلئے وہ زیادہ ہم سے جفاکشی کرتے تھے۔

برادران اسلام جب آپ کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھا ہوا نہیں ہے۔ اور ہرگز بڑھا ہوا نہیں ہے۔ تو پھر آپ کا یہ خیال کیوں ہے کہ آپ بغیر ساز و سامان و تنظیم بائیس کروڑ سے کامیابی کیسا تھ مقابلہ کر سکیں گے آپ کہیں گے یہ عقیدہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے مسلمان اگر مسلمان ہیں تو بغیر ساز و سامان کے بھی بائیس کروڑ ہندو پر غالب آجائیں گے۔ میں کہوں گا کہ اگر مسلمان واقعی مسلمان ہو جائیں تو ساز و سامان بہم کر لینگے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم اسلام کو صحیح معنی میں سمجھتے ہی نہیں۔ غلط عقیدہ ہم نے پیدا کر رکھا ہے۔ صبر توکل وغیرہ کا صحیح مفہوم کم پایا جاتا ہے۔ صبر کے معنی یہ لئے جاتے ہیں کہ اگر کوئی مصیبت آپڑے تو غم کا اظہار نہ کریں۔ ذلت برداشت کریں اور اُف نہ کریں۔ بھائی میں مولوی تو نہیں ہوں۔ مگر علمائے ربانی کے اقوال میں نے پڑھا ہے۔ اور میں نے یہ سمجھا ہے کہ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ صحیح اصول پر کام کرتے ہیں جو دقتیں پیش آئیں ان کو برداشت کریں اور کام کو جاری رکھیں۔ اور دقتوں سے گھبرا کر کام نہ چھوڑیں۔ نہایت مشکل سے مشکل حالت میں پوری ہمت سے

کام کیا جاتے اور نتیجے کی طرف سے خائف ہو کر کام نہ چھوڑیں بلکہ نتیجہ کے بارے میں خدائے تعالیٰ سے کامیابی کا بھروسہ رکھیں، یہ تعلیم اسلام نہیں ہے کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہا جائے اور خدا سے کامیابی کی امید رکھی جاتے، بلکہ کام کیا جاتے اور کام کرنے پر بھی کامیابی خدا ہی کے ذات سے ہو سکتی ہے، اور کام کرنے کے معنی صرف ہاتھ چلانا نہیں ہے، بلکہ اس طرح کام کرنا جیسا عالم اسباب میں چاہیئے کیا بچہ سقہ نے امان اللہ خاں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرکے نکال دیا، بھائیو۔ ایک طرف بچہ سقہ نے تیاری کی اور دوسری طرف یہ بدنظمی کہ فوج نہیں جو بچہ سقہ سے مقابلہ کرے، کیا نادر شاہ نے بچہ سقہ کو یوں ہی تخت سے اتار دیا، ہرگز نہیں بلکہ جب یہ افغانستان میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس نہ فوج ہے اور نہ روپیہ، پہلے یہ اللہ کا نام لے کر سامان بہم کرتا ہے، روپیہ جمع کرتا ہے، قوم میں تنظیم کرتا ہے، فوج مرتب کرتا ہے، تب جنگ کرتا ہے، اور بچہ سقہ مارا جاتا ہے حضرات آپ یاد رکھیے کہ بغیر مرضی خدا کچھ نہیں ہوتا، اور بغیر خدا پر بھروسہ کئے کامیابی نہیں ہوتی، اپنے ساز و سامان پر گھمنڈ ہرگز نہ کرنا چاہیئے، اور یہ بھی یاد رکھئے کہ خدا کا اٹل قانون ہے کہ آپ کو اس دنیا میں اپنی حالت خود سنبھالنا ہے

ایمان کے بعد عمل بھی ضروری ہے ، آج مسلمان ہندوؤں
کے ہاتھ سے مار کھاتے ہیں ، اس کی کیا وجہ ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ
ان میں قوت مقابلہ کی نہیں ، جیل بھی مسلمان ہی چلے جاتے
ہیں ، کیونکہ ان کے پاس دولت نہیں ہے ، مقدمہ چلتا ہے ،
پیروی نہیں کر سکتے ، مفلسی ہے ، مسلمان مرعوب ہیں ، کیونکہ
ان میں اتحاد و اتفاق و تنظیم نہیں ہے ، ہم نے اول کو تو جارحانہ
حملہ کرنا ہی نہ چاہئے ، سوال ہے مدافعت کا ۔ لیکن مدافعت کے
لئے بھی ہم تیار نہیں ، میرا یقین ہے کہ مسلمان بہت جلد
ہندوستان میں

فنا کے گھاٹ

اتر جائیں گے ، کیونکہ ان میں زندہ رہنے کی کوئی صلاحیت
ہی نہیں ، نہ ان میں طاقت و ہاتھ ہے ، نہ جسمانی ، نہ دولت ہے
نہ تنظیم ، آپ یاد رکھئے اور اچھی طرح یاد رکھئے کہ یہ کروڑ
سات کروڑ کو ہیں دیں گے ، حکومت بھی کیا کر سکتی ہے
کوئی حکومت ہو جب تک آپ خود اپنی مدد نہ کریں گے ، کوئی کیا
کر سکتا ہے ، مثل مشہور ہے کہ خدا اسی کی مدد کرتا ہے ، جو آپ
اپنی مدد کرتا ہے ، اب سنئے [illegible] کر [illegible] بیٹھ جاتے
[illegible] ہوا اگر آپ غور کیجئے تو [illegible] ایک [illegible]

ہندو راج ہے

ڈسٹرکٹ بورڈ، میونسپلٹی، مجالس ہائے قانون ساز مرکزی اور صوبہ جاتی ہر جگہ ہندوؤں کا راج ہے، جو قانون چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں، جو انتظام چاہتے ہیں کر لیتے ہیں اور کیوں ایسا نہ ہو، تعداد ان کی زیادہ ہے، ووٹ ان کا ہے اپنی اکثریت سے جو چاہتے ہیں، منوا لیتے ہیں، جب اختیارات محدود ہیں تو یہ عالم ہے، جب پورے اختیارات حاصل ہونگے تو خدا جانے کیا ہوگا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کی کوئی ہستی باقی نہ رہیگی، ہاں اگر مسلمانوں میں طاقت آجائے تو سوراج کا بھی فائدہ ہو، اور کوئی ان کو مٹا نہیں سکتا، اور اگر سوراج نہ بھی ہو تو جیسی موجودہ حالت ہے، مسلمان مٹ جائینگے یاد رکھئے، جب مسلمانوں میں طاقت آجانے گی تو ہندو ڈر سے لاٹھی لیکر کیا، بلکہ ووٹ لیکر بھی مسلمان کے خلاف نہ اوٹھیگا قوی سے اگر سب ڈرتے نہیں تو کم سے کم اس کی قوت کا احترام کرتے ہیں، قوت سے مراد صرف جسمانی قوت نہیں ہے، بلکہ دماغی و روحانی و اخلاقی اقتصادی قوت وغیرہ سب مراد ہیں، ہندو گورنمنٹ کے مقابلہ میں کمزور ہیں، اسلئے گورنمنٹ سے کانگریس کی پالیسی عدم تشدد کی ہے، یہی کانگریسی ہندو دوسری

بلکہ مہاسبھائی بن کر مسلمانوں کے ساتھ تشدد کی پالیسی برتتے ہیں
یہ کیوں محض اسلئے کہ ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں قوی ہیں۔
گورنمنٹ کے ساتھ تو یہ پالیسی کہ سڑک پر لیٹ جاؤ اور پولیس
کو کہو کہ اپنے بوٹ سے ہمارے سینہ پر روندتے ہوئے چلے
جاؤ۔ مگر اف نہ کریں گے۔ یعنی بالکل بے بسی سے مار کھا ئیں گے
لیکن ماریں گے نہیں۔ بہت اچھا۔ مگر یہی پالیسی مسلمانوں کے
ساتھ کیوں نہیں برتی جاتی۔ مسلمانوں کے ساتھ مار کاٹ۔ اینٹ
پتھر، لاٹھی گنڈاسا کیوں ہے؟ جب عدم تشدد کی جنگ بہت قوی و
موثر ہے۔ جس کا استعمال گورنمنٹ برطانیہ کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے
تو پھر بھی عدم تشدد کی جنگ بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں کیوں نہیں
کی جاتی۔ کاش مسلمان ہندوؤں کی ان چالاکیوں پر غور کر سکتے
برادران اسلام بات صاف ہے۔ گورنمنٹ کے مقابلہ میں یہ
ہندو ستیاگرہ کرتے ہیں۔ چونکہ پولیس فوج۔ توپ و تفنگ
کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ مسلمان کے ساتھ لاٹھی ڈنڈے سے
جنگ کرتے ہیں۔ چونکہ مسلمان کے پاس کوئی سامان نہیں۔ مسلمانوں
کو مغلوب کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ تو دیکھا آپ نے کہ مسلمانوں
کے مقابلے میں ہندو راج کرتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ مسلمانوں
کی قلیل تعداد۔ اور ساتھ اس کے کمزوری۔ جہالت۔ مفلسی۔ فنا
کا پیغام ہے۔ آپ نہ خیال کریں کہ آپ سات کروڑ ہیں۔

ہندو آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ اس کے متعلق ایک بات اور عرض کروں ، طاقت ، دولت علم کو چھوڑئیے ، یہی فرمایئے کہ کیا ہم

سات کروڑ مسلمان ہیں؟

اہل تحقیق کا اندازہ ہے کہ قریب دو کروڑ مسلمان ایسے ہیں ، جو پورا کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتے ، دو کروڑ سے زیادہ یعنی نصف آبادی کلمہ کے معنی سے واقف نہیں ہے ۔ چار کروڑ مسلمان بے نمازی ہیں ، اس چار کروڑ میں نابالغوں کا حساب نہیں ہے جو نماز پڑھتے ہیں ، ان میں بہت سے نماز و طہارت کے مسئلے کو بھی پوری طرح واقف نہیں ، اور جو واقف ہیں ، ان میں بہت سے ایسے ہیں جو نماز کے ارکان کو پوری طرح ادا نہیں کرتے بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو مشرکانہ رسم و رواج کے پابند ہیں ، بعض مسلمان ایسے ہیں جو سر پہ ہندوانہ چوٹی رکھتے ہیں ۔ اور گھر میں بت رکھتے ہیں ، یہ حال تو جاہل مسلمانوں کا ہے ، پڑھے لکھے مسلمان بھی شرک میں مبتلا ہیں ، پڑھے لکھے توحید کے دعویدار بھی شرک و بدعت کی حمایت کرتے ہیں

مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے :۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر ، جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

کواکب میں معنی کرشمہ تو کافر ہے ۔ کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکو چاہیں

اب آپ فرمائیے کہ یہی مسلمان جن کو ہم آپ ساٹھ کروڑ کہتے ہیں، بائیس کروڑ پر غالب آ سکتے ہیں، ہم میں اکثر مسلمان ہیں چونکہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے، چونکہ گائے کا گوشت کھاتے ہیں، اور ختنہ کراتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ساٹھ کروڑ مسلمان ہیں اکثر برائے نام مسلمان ہیں۔

اور اب سننے کا وقت آگیا، کیونکہ خدا نے تو ازل سے ہم کو اپنی حالت بدلنے کا موقعہ دیا، لیکن ہم اپنی حالت نہیں بدلتے، برادران اسلام آپ اس خیال کو دور کیجئے کہ ہم ساٹھ کروڑ ہیں، ہم کو کوئی مٹا نہیں سکتا، ہاں جب ساٹھ کروڑ صحیح معنی میں مسلمان ہو جائیں تو کیا کہنا ہے، ایمان تو بہت بڑی چیز ہے، میں کہتا ہوں اس عالم اسباب میں اگر کافر کو علم و دولت وقوت ہے تو اس کی قلیل تعداد کثیر تعداد پر غالب آجاتی ہے، خواہ وہ کثیر تعداد کافروں کی ہو یا برائے نام مسلمانوں کی، اس حالت میں جبکہ یہ کثیر تعداد بے علم و دولت و قوت ہے۔ دیکھئے مٹھی بھر انگریز چالیس کروڑ ہندوستانیوں پر کیسے حکومت کرتے ہیں، کیا یہ انگریز مسلمان ہیں، نہیں، لیکن وہ خوبیاں جو ایک مسلمان قوم

میں ہونی چاہئے۔ ان میں موجود ہیں، یعنی اتحاد و اتفاق کمال درجہ ان میں ہے۔ قوت جسمانی و دماغی یہ رکھتے ہیں، دولت ان کے پاس ہے، علم سے یہ مالامال ہیں، تجارت یہ کرتے ہیں، صنعت و حرفت ان میں ہے، یہ سب خوبیاں ہندوؤں میں آرہی ہیں، مگر مسلمان ہیں کہ ان میں جہالت ہے، مفلسی ہے، پھوٹ ہے، آپس میں جنگ و جدال ہے، اور کون برائیاں ان میں نہیں، اگر مسلمانوں میں آج خوبیاں پیدا ہو جائیں تو آج ہی ہندوستان میں غالب آجائیں مگر اس وقت سوال غالب آنے کا نہیں ہے، بلکہ سوال زندہ رہنے کا ہے مسلمان ڈر رہا ہے۔

اس وقت سب کہ اسپین کے مسلمانوں کی طرح ہندوستان میں بھی فنا ہو جائیں گے، آپ سمجھتے ہوں گے کہ یہ بزدل بنانے والی بات ہے، مگر آئندہ خطرات سے آگاہ کر دینا بزدل بنانا نہیں ہے بلکہ بیدار بنانا ہے۔

میرا ہمدردی ہست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

کیا غضب ہے کہ جہالت زدہ چودہ مسلمانوں کو سات کروڑ اچھوت کھا رہے ہیں اور کوئی سامان نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب دس آدمیوں کو دو مسلح ڈاکوؤں سے مقابلہ ہوتا ہے تو یہ دس بھی دم دبا کر بھاگتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک

مسلح آدمی دس مسلح ڈاکوؤں کا مقابلہ کر لیتا ہے مگر جب
تعداد بھی کم ہو اور یہ کم تعداد مسلح بھی نہ ہو تو یہ جماعت مقابلہ
ہرگز نہیں کر سکتی، کیا آپ نہیں جانتے کہ جب دو چار مسلح چور
ایک ایسے مکان میں داخل ہوں، جہاں صرف ایک آدمی
نہتا ہو تو مقابلہ کیا معنی اس کے منہ سے آواز نہیں نکلتی، اور
اگر ایک سے زیادہ آدمی ہوں تو چور چور کا مقابلہ کرتا ہے، اب
آپ صاف سمجھ گئے ہوں گے کمی تعداد بغیر طاقت و تنظیم تباہ
کر دینے والی ہے،

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

برادران اسلام۔ آپ نے اپنی تعداد کا حال معلوم
کر لیا، مسلمان سات کروڑ ہیں، مگر برائے نام۔ یہ سات کروڑ
مسلمان راکھ کا ڈھیر ہیں، اگر آپ کی خواہش ہے کہ یہ سات
کروڑ ایک طاقت ہو، جو کفر کے نظام سے تصادم ہو کر پاش
پاش نہ ہو، آپ کی خواہش کیا بلکہ یوں کہوں کہ اگر آپ زندہ رہنا
چاہتے ہیں، تو اس کی ضرورت ہے کہ یہ سات کروڑ صحیح معنی میں
مسلمان بن جائیں، میں تو خود گنہگار بندہ ہوں، دوسروں کو کیا کہوں
مگر اکابرین قوم نے اس بارے میں جو فرمایا ہے پیش کر دوں گا۔ فرمایا
اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ سات کروڑ مسلمان صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں اور تعداد بھی زیادہ

تبلیغ اسلام

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام صوفیائے کرام کے ذریعہ ہوئی ہے۔ بعض صوفیائے کرام نے تو خانہ نشینی اختیار کر کے محض اپنے تقویٰ و پرہیزگاری سے مسلموں اور غیر مسلموں کو متاثر کر لیا، مسلمان پکے مسلمان ہوئے اور غیر مسلم اسلام قبول کرتے گئے، آج کل بھی ایسی ہستیاں ہیں، لیکن بہت کم، اور بعض نفوس قدسیہ نے صحرا نوردی، بادیہ پیمائی بادیہ پیمائی اختیار کر کے گرمی و سردی کی تکلیف اٹھا کر تبلیغ اسلام کیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ جاہل صوفی اور جھوٹے فقیروں نے اسلام کو بدنام کر دیا ہے، سچے صوفیوں کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہو گئی ہے، بہر کیف حضرات اولیائے کرام جو کچھ کر رہے ہیں، وہ اپنی جگہ پر قائم ہے، میں یہاں اس قدر عرض کروں گا کہ :-

(۱) ہر مسلمان اپنے آپ کو مبلغ بنا دے، عامۃ الناس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے، جو عقیدہ اور جو عمل دین حق کے خلاف دیکھے اس سے لوگوں کو باز رکھے، اور اس کام کو بغیر لڑائی جھگڑا کئے، نہایت خوبصورتی سے انجام دے، یہ سمجھنا کہ یہ کام صرف تبلیغی انجمن کا ہے، غلطی ہے، تبلیغی انجمن کہاں تک

قائم ہوسکتی ہے، جہاں تک زیادہ تعداد میں تبلیغی انجمنیں قائم ہوں بہتر ہے، مگر اسلامی تبلیغ اس پر موقوف نہیں ہے کہ کوئی تبلیغی انجمن ہو، اس کا باضابطہ صدر ہو، کوئی سکرٹری ہو، اس کے ممبر ہوں، اس کا اجلاس ہو، بلکہ ہر مسلمان جو عاقل و بالغ اور مکلف بالاعمال ہے، وہ بجائے خود ایک اسلامی مبلغ ہے، ایک محلہ یا بستی میں اگر چند مسلمانوں کا گھر ہو، اور وہاں بعض مسلمان ایسے ہوں کہ کلمہ تک پڑھنا نہ جانتے ہوں، تو وہاں کا دوسرا مسلمان جو معمولی پڑھا لکھا بھی ہے کلمہ پڑھا سکتا ہے، اور دین کی ضروری باتیں بتا سکتا ہے، یہ بھی تبلیغ اسلام ہی ہے

(۲) سب سے پہلے اپنے نفس کو تبلیغ کیجئے،

(۳) اپنے نفس کو تبلیغ کرنے کے بعد اپنے گھر میں تبلیغ کیجئے اپنی بیوی کی اصلاح کیجئے، اپنے فرزند کی اسلامی تربیت کیجئے، اگر آپ ایسا نہ کیجئے تو تبلیغ عامہ کا آپ کو حق نہیں ہے، بیوی مبتلائے توہمات اور مرتکب بدعت ہو، اور فرزند بے نمازی ہو، چور ہو، بدکلام ہو بدچلن ہو، شرابی ہو اور آپ کو اس کی پرواہ نہیں تو عوام کی اصلاح کا شوق آپ کو فضول ہے، ہاں کوشش اصلاح کے بعد بھی اہل کنبہ نہ سنبھلیں تو مجبوری ہے، اور ایسے حالت میں تبلیغ عامۃ الناس کرنا چاہئے،

(۴) کثرت سے انجمن تبلیغ الاسلام قائم کی جائے

تبلیغ کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ غیر مسلموں کو مسلمان بنایا جائے، بلکہ یہ بھی ہے کہ مسلمان کو مسلمان بنایا جائے اسلام کی تعلیم ہر مسلم غیر مسلم تک پہنچا دیجائے

(۵) ہر مسلمان حتی المقدور تبلیغ اسلام کی روپیہ سے مدد کرے ۔

(۶) ایسے مبلغ پیدا کئے جائیں جو عربی جاننے کے علاوہ غیر زبانوں میں بھی ماہر ہوں ۔

(۷) تبلیغ دین نہایت پر امن، خلوص اور سادہ طریقوں سے کی جائے، خدا کا حکم ہے کہ اپنے رب کے راستہ کی طرف دانائی اور پسندیدہ نصیحت سے بلاؤ ۔ اور بحث مباحثہ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دو ۔

(۸) غریب نو مسلموں کی روپیہ سے مدد کی جائے ۔ اس قسم کی امداد کا انتظام مقامی وقرب وجوار کے مسلمان کریں، کیونکہ بہت آدمی فرضی نو مسلم بن کر روپیہ لوٹ رہے ہیں ۔

(۹) اسلام میں تفریق رنگ ونسل ذات پات نہیں ہے مگر بدقسمتی سے ہندوؤں کے اختلاط سے یہ تفریق مسلمانوں میں بھی پیدا ہوگئی ہے ۔ اس ذہنیت کو مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے ۔ اور نو مسلموں کو ذلیل وخوار نہ سمجھنا چاہئے ۔

(۱۰) بہتیرے مسلمان شادی بیاہ کا تعلق نو مسلموں سے اس کئے

حیثیت کے مطابق نہیں کرتے ہیں، نومسلم کا جو درجہ غیر مسلم ہونے کی حالت میں تھا، اس کے مطابق مسلمان کے خاندان میں اس کی شادی ضرور ہونی چاہیئے، مثلاً ایک برہمن خاندان کا کوئی فرد اسلام قبول کرے تو اس کی شادی مسلمان کے اچھے خاندان میں ہونی چاہیئے، وقس علیٰ ہذا، جب تک مسلمان اس معاملے میں تنگ خیالی کو راہ دیں، یہ شکایت فضول ہے، کہ تبلیغ اسلام نہیں کی جاتی، کیونکہ بہت سے غیر مسلم ان ہی رکاوٹوں کے وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے ہیں، اپنا بھی اس قدر گذارش کروں گا۔ کہ ان معاملات میں عجلت سے کام نہ لیا جائے، نومسلموں پر اعتنا و ٹھوک بجا کر کیا جائے، کیونکہ کبھی کبھی مسلمانوں کو دھوکہ ہوا ہے،

(۱۱) چونکہ نومسلم یا نومسلمہ سے شادی بیاہ لوگ معیوب سمجھتے ہیں، اس واسطے تحریر و تقریر سے ایسی ذہنیت مسلمانوں کی بدلنی چاہیئے،

(۱۲) تبلیغ میں اختلافی مسائل سے پرہیز کیا جائے، واسلام کے اہم ارکان و احکام مثلاً کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کی طرف متوجہ کیا جائے، اور ان برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کیجائے، جس سے اسلام اور اہل اسلام کو کمزوری پہنچ رہی ہو، مثلاً نکاح بیوگان کو لوگ معیوب سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ نہ صرف

ہیوؤں کیسا تھ بے انصافی ہے، بلکہ نسل بھی کم ہوتی ہے اور صریح شریعت اسلام کے خلاف ہے، بیوہ کو نکاح ثانی کیلئے مجبور نہیں کیا جا سکتا، اور نہ کرنا چاہیئے، مگر عام رواج مسلمانوں میں اس کا ہونا چاہیئے، حقیقت یہ ہے کہ یہ عیب بھی مسلمانوں میں ہندوؤں کے اختلاط سے پیدا ہو گیا ہے، ورنہ یہ کوئی عیب کی بات ہی نہیں،

مسلمانوں کی جہالت

برادران ملت آپ نے ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد اور اس کی کیفیت معلوم کر لیا، اب آئیے، علوم و فنون میں مسلم قوم کا مقابلہ ہندو قوم سے کیجئے، ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے ہر شعبہ علم و فن میں اتنی ترقی کی کہ دنیا دنگ ہو گئی، اندلس کی یونیورسٹیوں میں مسلمان ہی سے ایک دنیا علم ادب، تاریخ، فلسفہ، ریاضی، طب، علم ہیئت، و دنیا تا حاصل کر رہی تھی، فنون جہاز رانی، معماری، سنگ تراشی کی ترقی مسلمانوں نے اس ملک میں دی، لغت نویسی، انسائیکلوپیڈیا مسلمان کی ایجاد ہے،

جغرافیہ دانی ان کا حصہ تھی، چپہ چپہ زمین کا انہوں نے

ناپ ڈالا، کوئی شہر کالج و مدرسے سے خالی نہ تھا، ہر بڑے شہر
میں یونیورسٹی (دار العلوم) قائم تھی، امیر فقیر سب متلاشی
علم تھے، ہزاروں کی تعداد میں مصنف پیدا ہوئے۔ صرف ایک
مصنف کی چھ سو کتابیں تصنیف ہیں، لاتعداد کتب خانے
تھے، ایک کتب خانہ میں تین لاکھ کتابیں تھیں، ہندوستان
میں مسلمانوں نے علم و فن میں وہ ترقی کی کہ ہندوستان
کی کایا پلٹ کر دیا، غرض کہ مسلمان اپنے پیارے نبی کے حکم
کے مطابق عمل کرتے تھے۔

کہ حکمت کو اک گم شدہ مال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

حضور سرور عالم کا یہ حکم کہ تحصیل علم ہر مسلم اور مسلمہ پر فرض
ہے، اگلے مسلمان اس پہ کاربند تھے، اب موجودہ حالت پہ
غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہندو ہی سلطنت علم کے راجہ ہیں،
اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی مدرسے بہت ہیں، مگر مسلمانوں
کی کثیر آبادی آج بھی نماز کے ضروری مسائل سے ناواقف
ہے، اگرچہ مولوی حافظ پہلے سے زیادہ ہیں، مگر آج یہ حالت
ہے کہ دین کے ضروری مسائل سے لاعلمی تو الگ کردو سے
زیادہ مسلمان صحیح کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتے، تو مسلم قوم اس معنی میں
بھی جاہل ہی ہے، اب آتے دوسری طرف انگریزی تعلیم بھی

مسلمانوں میں بہت کم ہے، سوائے علیگڈھ یونیورسٹی کے تمام
یونیورسٹیاں حقیقت میں ہندو یونیورسٹیاں ہیں، بنارس ہندو
یونیورسٹی اور کلکتہ یونیورسٹی میں محض تھوڑا فرق ہے، تمام کالج
اسکول ٹیچر، پروفیسر، پرنسپل، تاجر، قریب قریب ہندو ہیں،
مسلمان اکادکا ہیں، انڈین سول سروس کے مقابلے کے امتحان
میں مسلم شاذونادر کامیاب ہوتے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ
یہی انڈین سول سروس پاس شدہ ہندوستان میں اعلیٰ عہدہ
پر رہ کر حکومت کرتے ہیں، یہ تو جہالت کی وجہ ہے کہ مسلمان اعلیٰ
عہدے پر کم ہیں، کاروباری پیشے دار اسلئے زیادہ تر ہندو ہیں اور
چوڑیاں بیچا کرنے والے مسلمان ہیں، صاحب بہادر کے خانساماں
مسلمان ہیں، قلی اور چپراسی مسلمان ہیں، مگر اب وہ زمانہ آرہا ہے
کہ مسلمان چپراسی و چوکیدار کبھی نہ بنیں گے، اس میں حکومت یا ہندو
کا قصور کیا ہے، مسلمان نہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہے نہ اعلیٰ عہدے
پر پہنچتا ہے، اور کیونکر مسلمان اعلیٰ تعلیم حاصل کریں، اعلیٰ تعلیم
میں خرچ زیادہ ہے، اور مسلمان کے پاس پیسہ نہیں، اگر پیسہ
ہے تو کفایت شعاری نہیں، ہندو چپراسی سادہ غذا کھا کر اور
سادہ کپڑا پہن کر پیسہ بچاتا ہے، اور اپنے بچے کو تعلیم دیتا ہے
مسلمانوں کو کھانے اور پہننے سے فرصت ہی نہیں، مسلمان کا دل
ودماغ جیب و شکم ہے، لذیذ غذا اور نفیس کپڑے کی چاٹ مسلمانوں

گو ایسی پڑ گئی ہے کہ اپنی تھوڑی بہت دولت اسی میں گنوا دیتے ہیں، پوچھئے آپ دیو بند کے عالم سے اور علی گڑھ کے گریجویٹ سے کہ اسلاف یا ہمعصر تمدن و ترقی یافتہ قوم کے طرز رہائش سے کچھ بھی واسطہ مسلمانوں کو ہے، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ مسلمان اونٹ کا دودھ پیکر اور کھجور کھا کر زندگی بسر کریں، میں یہ کہتا ہوں کہ ہندو سادہ زندگی بسر کر کے پیسہ بچاتا ہے، اور اپنے بچوں کو تعلیم دیتا ہے، برعکس اس کے مسلمان لذیذ غذا کھا کر اور بیش قیمت کپڑہ پہنکر نادار ہوتا ہے اور بچوں کو جاہل رکھتا ہے، الغرض افراد کو علیحدہ کر کے بہ حیثیت قوم مسلمان انگریزی تعلیم میں ہندوؤں سے بہت پیچھے ہیں،

تعلیم نسواں

اگلے مسلمان تعلیم نسواں کے بہت بڑے حامی تھے مسلم خواتین مردوں کے دوش بدوش لیاقت و قابلیت میں تھیں جب زمانے میں عیسائی پادریوں نے عورتوں کو ناگن کا خطاب دیا تھا، جبکہ غیر مسلم عورتیں یا دیہ جہل و نادانی میں سرگرداں تھیں اور مرد ان کو انسانیت کا درجہ دینے سے انکار کرتے تھے، اس وقت مسلمانوں میں عالمہ، فاضلہ اور ماہر طب خواتین کی کمی نہیں تھی، مذہب اسلام تعلیم نسواں کا حامی ہے، یہ فخر صرف

اسلام کو ہے کہ سوائے اس مذہب کے اور کسی مذہب میں
عورتوں کے لئے تحصیل علم فرض نہیں ہے، اب دیکھئے کہ تعلیم
مسلمان عورتوں میں ہے یا ہندو عورتوں میں، جہاں تعلیم کا حکم
نہیں، وہاں تو تعلیم مگر مسلمان عورتوں کیلئے تحصیل علم فرض اور
مسلمان عورتوں ہی میں زیادہ جہالت، جہالت کا یہ عالم ہے
کہ اکثر سید صاحب شیخ صاحب، وخان صاحب کے یہاں عورتیں
نماز تک پڑھنا نہیں جانتی ہیں، کیا یہ ہمارے لئے شرم کی بات
نہیں ہے، کہ ہم نے عورتوں کو جہالت کے اندھے کنوئیں میں قید
کر رکھا ہے، کیا ان کا ہم پر حق نہیں ہے، کہ ہم ان کو تعلیم دیں
کیا قوم کے لئے یہ مہلک نہیں ہے، کہ اس کی ایک صنف عقل و
دانش کے اعتبار سے جانوروں کے برابر ہو، کیا جاہل اور غیر
مہذب عورتوں کے بچے صحیح معنی میں تربیت یافتہ اور مہذب
ہوسکتے ہیں، ماں بننا محض بچہ پیدا کرلے اور اس سے محبت
کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کی پرورش وتربیت کی تمام ذمہ
داریاں اپنے سر لیتا ہے، امومت وماں بننے، کی تحت میں عام
شفقت وہمدردی، زخمیوں کی خبر گیری، بیماروں کی تیمارداری
غرض وہ سب چیزیں آتی ہیں، جنہیں فطرت نے عورت کے دل میں
اس غرض سے پیدا کیا ہے، کہ وہ انسانی زندگی کی صحیح معنی میں
محافظ بن سکے، یہ بات نہیں کہ مردوں میں ان باتوں کی صلاحیت

ہی نہیں، حقیقت یہ ہے کہ مردوں کو ان باتوں میں انہماک و سلیقہ نہیں، جتنا عورتوں کو ہے، مگر تعلیم شرط ہے، عورتوں میں دو اہم پہلو ہیں، امومت، و زوجیت، امومت کا ذکر اوپر ہوا، زوجیت سے مراد ہے، وہ صلاحیت جس سے عورت مرد کی خشونت دور کرتی ہے، اس کے دل میں نرمی لطافت، محبت غرض ساری جمالی صفات کی تخلیق کرتی ہے بیوی کا کام صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کو سنوارے اپنے گھر کی آرائش کرے، شوہر کو خوش رکھے، دلفریبی اور دلکشی پیدا کرے اور بس، نہیں، بلکہ تقسیم محنت کے اصول کے مطابق اس کے حصہ میں خانہ داری اور اس کے تمام لوازم آتے ہیں، زوجیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنی ذات میں جمالیات، معاشیات، کاروبار، نزاکت و محبت کا صحیح امتزاج پیدا کرے، آپ یقین کیجئے کہ جبتک عورتوں میں تعلیم نہ ہوگی ان میں صحیح معنی میں نہ امومت کی صلاحیت آ سکتی ہے نہ زوجیت کی، ورنہ امومت، و زوجیت کی صلاحیت عام معنی میں تو جانوروں میں بھی ہے، ہم مسلمان عورتوں میں یہ جہالت ہے کہ بچہ بیمار ہے وہ انہیں دی جاتی، لیکن بیوی گفتگو کرنے پاتی ہے جارہے ہیں، جاہل عورت آٹھ آنے کا سودا خرید کر لیتی ہے اور قرآن دیتی ہے، صرف روپے لے کر حساب معلوم نہیں ہر چیز

ہیں ہندو عورتیں مردوں کے دوش بدوش ہیں، ہندو عورتیں
صنعت وحرفت میں مسلمان عورتوں سے بہت آگے ہیں، ہندو
عورتیں ڈاکٹر ہیں، پروفیسر ہیں، مجسٹریٹ ہیں اور جج ہیں مسلمان
عورتیں ڈاکٹر خاک ہوں گی، وہ تو معمولی مرض کا بھی علاج نہیں
جانتیں، اسکول یا کالج میں کیا تعلیم دیں گی، جب کہ بچوں کو
اپنے گھروں میں اردو کی پہلی نہیں پڑھا سکتیں، برادران ملت
جب آپ کی یہ تعلیمی حالت ہے، تو آپ ہی فرمائیے، قومی
زندگی کے لئے جو آج کشمکش ہے، آپ کب تک زندہ رہیں گے
تعلیم نسواں کی حمایت سے آپ

غلط نتیجہ نہ نکالیے

میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسلم خواتین مغربی فیشن کی
تعلیم حاصل کریں، اپنا وقت قصہ کہانی میں ضائع کریں، ولایتی
عطر، پوڈروں، موزوں، اور گلوبندوں میں پھنسی رہیں، بلکہ وہ تعلیم
حاصل کریں، کہ جس سے وہ انسان بن جائیں، دین کے ضروری
مسائل سے واقفیت حاصل ہو، اتنا حساب جانیں کہ دھوبن کو
کپڑے دیتے وقت دیوار پر نشان دینے کی ضرورت نہ ہو، خط لکھ پڑھ
سکیں، بچوں کو اخلاقی تعلیم و تربیت دے سکیں، معمولی مرض کا
علاج کر سکیں، مرہم پٹی کر سکیں، بیماروں کی تیمارداری کر سکیں۔

شوہراں باپ خویش واقربا کا حق معلوم کر سکیں، یہ نہیں کہ وہ شمع انجمن بنیں، لیکن چراغ خانہ ضرور ہوں، شرعی حدود کے اندر اگر عورتیں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں تو کوئی گناہ نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ کل عورتیں نہیں، مگر چند ایسی بھی ہوں جو اعلیٰ تعلیم سے محروم نہ ہوں، مثلاً اس کی ضرورت ہے کہ عورتیں علم و فقہ تفسیر و حدیث کے زیور سے اپنے کو مزین کریں، تاکہ دوسری عورتوں کو دینی تعلیم دے سکیں، عورتیں ادیب ہوں اور ملکی ترقی میں مردوں کا ہاتھ بٹا سکیں،

جس محلہ میں جائیے، جس بستی میں دیکھئے، ہندوؤں کے کنیا پاٹ شالے ہیں، ہر شہر میں گرلز اسکول ہے، اگر مسلمانوں کے یہاں تعلیم نسواں کا یہی حال رہا، اور ہندو ترقی کرتے رہے تو ہندو عورتیں مسلمان عورتوں سے کیا، مسلمان مردوں سے بڑھ جائیں گی، اور مسلم قوم فنا ہو جائے گی، یاد رکھیے آپ کی تعداد بھی کافی نہیں، اور تعلیم بھی نہیں تو ایسی قوم کو زندہ رہنے کا حق نہیں، اگر تعداد بھی آپ کی کافی ہو، آپ سات کروڑ سے چودہ کروڑ ہو جائیں، تب بھی بغیر تعلیم آپ کی کوئی ہستی نہیں،

اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا
ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

مسلمان معمولی فن سے بھی سیدھے پیچھے ہیں، قوم کو صرف

اسی کی ضرورت نہیں کہ بڑے بڑے علامہ، مورخ و فلاسفر ہوں،
بلکہ اس کو ضرورت لوہار، سونار، بڑھئی وغیرہ کی بھی ہے، ضروریات
زندگی کے جتنے شعبے ہیں، سب میں قوم کے افراد کا ہاتھ رہنا
چاہیئے، اگر ہندو دھوبی مسلمانوں کا کپڑا دھونا بند کر دیں تو مسلمان
کیا کریں گے، مسلمان ہر جگہ غیروں کے محتاج ہیں، میں یہ نہیں کہتا
کہ ہندو دھوبی سے کپڑا نہ دھلایا جائے، بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں
کہ اگر ہر قسم کے ہندو پیشہ ور مسلمان کا کام چھوڑ دیں، تو
اس قوم کی کیا حالت ہوگی، یا تو ہندوؤں کی خواہش کے مطابق
مسلمانوں کو زندگی بسر کرنی پڑے گی، یا اس ملک کو چھوڑنا پڑے گا، یہ
مذاق نہیں ہے، آپ یقین جانیں کہ ہندو مسلمانوں کی ہستی کو
کچھ سمجھتے ہی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ہندوؤں کی غفلت
و سستی کی وجہ سے مسلمان ہندوستان میں بزورِ شمشیر آ گئے ہیں،
اور اب ہندو انفرادی و اجتماعی قوت درست کر چکے ہیں، ان کے
پاس دولت ہے، علم ہے، تعداد میں زیادہ ہیں، صنعت و حرفت
جانتے ہیں، مسلمان ان کے دست نگر ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ ہندو
ان مسلمانوں کو جو کہ اپنی قوت، عروج، سطوت، اور علم و فن کو
گنوا بیٹھے ہیں اور قلاش بنے بیٹھے ہیں، ہندوستان سے
نکال نہ دیں، یا پھر اور شدھ کر کے اپنی برادری میں مذہباً نہیں تو
کم سے کم معاشرتاً داخل کریں، جناب دنیا میں یہ ہوتا آیا ہے۔

جب آپ کسی مصرف کے نہ رہیں گے، تو غیر جو چاہیں کرینگے
آپ جب بہر طرح لائق ہو جائیں گے تو ہندو آپ کو بھائی سمجھینگے
جب مسلمانوں میں کوئی فن نہیں اور کسی میں ہے بھی تو دوسرے
مسلمان اس کو معیوب سمجھیں، تو ایسی قوم کا اللہ ہی حافظ ہے
اور لطف یہ کہ اپنی اس حالت پہ مسلمان قانع ہیں، مسلمانوں سے
ایسی کوئی قوم آج علم وفن سے بے بہرہ نہیں ہے۔" ۱۰

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نیکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے

رونا صرف یہاں تک ختم نہیں ہے، علم وفن سے بے بہرہ ہونے سے مسلمانوں کی نسلیں روز بروز دماغی کمزوری کا شکار ہو رہی ہیں، دماغی طاقت مفقود ہو رہی ہے، ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی دماغی طاقت ایسی تھی کہ اکثر چیزیں یہی ایجاد کرتے تھے، علم طب اگرچہ اس کی بنیاد یونان میں ہوئی مگر جو موجودہ شکل میں ہے، مسلمانوں کے فکر کا نتیجہ ہے، بارود، بندوق، رومی کا کاغذ، گھڑی، قطب نما، سب مسلمانوں نے ایجاد کیا ہے، آج اس قوم

کی دماغی کمزوری کی حالت یہ ہے کہ کوئی ایجاد نہیں کر سکتے ایجاد الگ جو چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں، اس سے بھی مسلمان ناواقف ہیں، ہمیشہ خبریں ملتی رہتی ہیں کہ فلاں بوس نے یہ ایجاد کیا، فلاں گھوش نے وہ ایجاد کیا،

اسلام نے ان ایجادات کو منع نہیں کیا ہے، اگرچہ زندگی کا مقصد حصول سائنس یا چیزوں کا ایجاد کرنا نہیں ہے لیکن آپ کو ایسے سمجھاؤں کہ آپ کو چاقو کی ضرورت ہے، اور آپ اس کو بناتے ہیں، اور ضرور بنانا چاہیے، تو پہلے جس شخص نے چاقو بنایا تھا، کوئی گناہ نہ کیا، بلکہ دنیا پر احسان کیا، کہ ایسی مفید چیز بنائی جس کو ہم آپ شوق سے استعمال کرتے ہیں، اسیطرح آج کل کی ایجادات بھی ہیں، اگر کسی نے ریل گاڑی ایجاد کیا تو کوئی گناہ نہ کیا، بلکہ دنیا پر احسان کیا، اب ہوائی جہاز ایجاد ہوا ہے، اور خدا کو معلوم کیا کیا ایجاد ہوتا ہے، تو آپ کو زندہ رہنا ہے تو ان چیزوں کو نظر انداز نہ کریں، اسلام اگر ریل گاڑی اور ریل بنانے کے خلاف نہیں ہے، تو ریل گاڑی اور ہوائی جہاز بنانے کے بھی خلاف نہیں ہے، ان مثالوں سے میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ بعض نا سمجھ مسلمان ان چیزوں کو دین کے خلاف سمجھ کر ان کے طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں،

بھائیو! ایک بات، اگر آپ قوموں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں،

تو ہر ضروری علم و فن حاصل کیجئے ، ایک آدمی ہر علم حاصل نہیں کر سکتا ، ہم میں ایسے افراد پیدا ہوں جو مختلف علوم و فنون میں حصہ لیں ،

برادرانِ ملت ! - اب آپ پر یہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ مسلمانوں کی تعلیمی حالت نہایت ابتر ہے ، اور ہمسایہ قوم تعلیم میں کس قدر ترقی کر چکی ہے ، اور سرعت سے روز افزوں ترقی کے ایک زینہ کو طے کر کے دوسرے زینے اور پھر تیسرے اور چوتھے پر پہنچ رہی ہے ، مسلمان ہیں کہ ابھی پہلے ہی زینہ پر ہیں ، اگر آپ زندہ رہنا چاہتے ہو تو سنئے ،

جہالت کیسے دور ہو؟

(۱) مسلمانوں میں ابتدائی تعلیم کا عام رواج دیجئے مرد ، عورت ، امیر ، غریب ، شہری ، دیہاتی سب کے سب ابتدائی تعلیم سے فیضیاب ہوں ، ابتدائی تعلیم سے مراد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اتنی تعلیم ضرور دینی چاہیئے ، کہ وہ اسلام کے عقائد و دین کے ضروری مسائل سے واقف ہو جائے ، خط لکھ پڑھ سکے روزمرہ کا حساب معلوم کر سکے ،

(۲) ہر بستی و محلہ میں ایک اسلامی مدرسہ قائم کیجئے ، جہاں

دشوار ہے کہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ ایک معلم نوکر رکھے، اس لئے بہتر صورت یہ ہے سب لوگ متفق ہو کر ایک معلم رکھیں۔

(۳) ہر بستی میں استطاعت کے مطابق ایک چھوٹا سا کتب خانہ قائم کیجئے، جس میں دینی و دیگر علوم کی کتابوں کا ذخیرہ ہو۔ مسائل نکاح، طلاق، میراث وغیرہ کے جھگڑے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہر جگہ عالم فاضل نہیں ملتے۔ ان کتابوں سے کام نکل سکتا ہے۔

غیر قوموں کے حملے اسلام پر ہوتے رہتے ہیں۔ ہم اپنے شکوک کو جو دشمنوں نے ہمارے دل میں پیدا کر دیئے ہیں ان کتابوں سے دور کر سکتے ہیں۔ مذہبی علوم کی چھوٹی بڑی مستند کتابیں اردو زبان میں ہوں، یا جس حصہ ملک میں جو وہاں کی زبان ہو، اس زبان میں کتابیں مہیا کی جائیں۔ علاوہ دینیات کے، دیگر علوم کی بھی کتابیں مہیا کی جائیں، جیسے تاریخ، علم جغرافیہ، علم معاشرت، معیشت وغیرہ۔ ان علوم کا جاننا بھی کار آمد اور مفید ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ ایک علم جغرافیہ کو لیجئے، ہم زمین پر بستے ہیں، مگر معلوم نہیں کہ یہ زمین کس قدر لمبی یا چوڑی ہے، کون کون سے ملک ہیں، کس ملک میں کون کون مذہب کے لوگ بستے ہیں، کس کی حکومت ہے، کس ملک میں کون پیداوار ہوتی ہیں، اسی کا نام تو علم جغرافیہ ہے۔ غرض کہ کتب خانہ میں ہر علم کی

کتابیں ہوں، جو مفید ہوں۔

(۴) ابتدائی تعلیم تو ہر مسلمان مرد و عورت کو دی جائے اس کے بعد اعلیٰ تعلیم عربی، انگریزی یا فارسی یا اور دوسرے زبانوں میں حاصل کی جائے، اعلیٰ تعلیم ہر شخص حاصل نہیں کر سکتا، یہ استطاعت، رجحان، ذوق، و شوق پر موقوف ہے، قوم کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ہر شخص اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، مگر کثرت سے ایسے افراد ہوں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں،

صرف زبان عربی و فارسی اور انگریزی جاننا کافی نہیں ہے، زبان علم حاصل کرنیکا زینہ ہے، مطلب یہ کہ صرف زباندانی سے کام نہیں چلتا، بلکہ ہم میں بڑے بڑے مفسر، محدث، و فقیہ مورخ، ڈاکٹر، انجینیر اور سائنس داں پیدا ہوں،

(۵) ذات پات کا خیال مٹا دیجئے، بد قسمتی سے مسلمانوں میں بھی ایسے افراد ہیں، جو اپنے کو اعلیٰ دار فع سمجھتے ہیں اپنی بعض سید صاحب، یا شیخ جی، یا خان صاحب، غریب و مفلس پچھڑہ وغیرہ کو تعلیم دینا پسند نہیں کرتے، یہ ہماری نہایت خطرناک و مایوس کن ذہنیت ہے، جو ہندوؤں سے مسلمانوں نے لی ہے، اس خیال کو ایک دم دور کر دینا چاہیئے، جبتک یہ ذہنیت دور نہ ہوگی مسلمان بہ حیثیت قوم جاہل رہیں گے ہندو تو جن کے مذہب میں بالعنت ہے، وہ سادھو چمار کو تعلیم دیں اور اسلام میں تحصیل

علم ہر مرد و عورت پر بغیر امتیاز رنگ و نسل فرض ہے، اور مسلمان ہی کی یہ ذہنیت فوراً ان ناپاک خیالوں کو دور دفع کیجئے، ورنہ سادھو چمار آپ پر حکومت کریں گے، اس سے تو یہ بہتر ہے کہ مجرہ وہتیا آپ پر حکومت کرے، اور حکومت کیا، اگر آپ کو اعلیٰ خاندان کے ممبر ہونے کا فخر ہے، تو ان سے زیادہ بڑھ چڑھ کر تعلیم حاصل کیجئے، مگر خدارا کسی مسلمانوں کو جاہل نہ رکھئے،

(۶) تعلیم دولت کے لئے مت حاصل کیجئے، علم اگرچہ ذریعہ معاش ہوسکتا ہے اور اس ذریعے سے کچھ ہستیاں دنیا حاصل کرتی ہیں، مگر تعلیم کا مقصد دولت حاصل کرنا نہیں ہے، بلکہ انسان بنانا ہے، یہ میں اس لئے کہتا ہوں، چونکہ مسلمانوں میں یہ عیب پیدا ہوگیا ہے کہ لوگوں کو تعلیم دینے سے یہ کہہ کر ہمت توڑتے ہیں کہ فلاں شخص نے انٹرنس پاس کیا، فلاں شخص بی، اے پاس ہیں، مگر کوڑی نہیں کماتے، فلاں شخص عالم فاضل بن کر گھر پر مولوی بنے بیٹھے ہیں، مگر ایک پیسہ نہیں کماتے، ایسی تعلیم حاصل کرنے سے کیا فائدہ، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، تعلیم سے ہم مہذب با خبر انسان بنتے ہیں، اور یہی انفرادی و قومی زندگی کی دلیل ہے، تعلیم کا مقصد نوکری کرنا نہیں ہے، ہاں یہ یاد رکھئے کہ بغیر تعلیم کے انسان ملازمت، تجارت، صنعت و حرفت زراعت میں نکما ہوتا ہے، آپ علم حاصل کیجئے، انسان بنئے سب

کچھ حاصل ہوگا، مگر علم کو فوری دنیاوی فائدہ کیلئے مت حاصل کیجئے، اس میں مایوسی ہوتی ہے،

(۷) بہت سے ایسے مسلمان ہیں، جو بوجہ غربت اپنے بچوں کی تعلیم نہیں کر سکتے، مگر باوجود غربت پان وغیرہ کے عادی ہیں، اگر یہ اپنے اخراجات کم کردیں پان وغیرہ چھوڑ دیں، تو اسی روپیہ سے بچوں کی تعلیم ہوسکتی ہے، یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو جہالت بہت دور ہوجائے گی،

مسلمانوں کی مفلسی

مسلمانوں کی تعداد و تعلیمی حالت آپ معلوم کر چکے آپ آیئے مسلمانوں کا مقابلہ ہندوؤں سے مالی حالت میں کیجئے اور یہاں بھی خون کے آنسوں رو دیجئے، جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اس وقت عرب کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی، یہودی، ساہوکار اور سرمایہ دار غریبوں کو پیستے تھے، یہ یہودی سخت سود پہ غریبوں کو قرض دیتے تھے، قرض ادا نہیں ہوسکتا تھا، یہودی ساہوکار جائداد پر قبضہ کر لیتے اور بعض اوقات بوجہ عدم ادائیگی قرض عورتوں پہ بھی قبضہ جما لیتے، اور آخر میں قرض دار غلام بنا لئے جاتے تھے،

آغاز اسلام میں جنہوں نے اسلام قبول کیا، ان میں اکثر
غریب ہی ہوتے تھے، یہودی ساہوکار ان غریب مسلمانوں کو
بہت ستانے لگے۔ میں رسا باندھ کر سخت بیرحمی سے تپتی ہوئی
زمین پر گھسیٹتے۔ ان کی جائداد پر قبضہ کر لیتے، خدا کا نام لینے سے
ان کو روک دیتے، یہودی ساہوکار، محض مسلمانوں کی مفلسی کی وجہ
ان کو ستاتے، کیونکہ وہ مجبور تھے، عام طور پر اس زمانے میں
مسلمانوں پر مفلسی چھائی تھی، لیکن باوجود اس مفلسی کے خدا و
رسول کی اطاعت انہوں نے نہیں چھوڑی، اللہ نے ان کو بشارت
دی کہ اللہ کی طرف سے بڑا ہی فضل ہونے والا ہے، حاتم
طائی کا فرزند عدی حضور سرور عالم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا،
حضور سرور عالم نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا، عدی شاید تم اسلئے
اسلام قبول نہیں کرتے کہ ہم لوگ غریب ہیں، بخدا انہی غریبوں
کو اس قدر مال ملے گا، کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہیں رہیگا
دنیا جانتی ہے کہ روم و ایران کے خزانے اونٹوں پر لد کر مدینے
پہنچے، اور یہودی ساہوکار مدینے سے نکال دیئے گئے،
ہندوستان میں مسلمان جب تک اسلام کی تعلیم پر چلتے
رہے، مفلس نہیں تھے، اب جبکہ اسلام سے دوری ہو گئی ہے
ہندوستان میں مسلمان ہندو ساہوکاروں کے غلام ہیں،
جس طرح ظہور اسلام کے وقت لوگ یہودی ساہوکاروں کے غلام تھے

ہندوؤں کے پاس مسلمانوں سے ہزار گنا زیادہ دولت ہے
مقابلہ ہی فضول ہے، ہندوؤں میں دولت ہے، مسلمانوں میں
مفلسی ہے، مسلمانوں کی پچاس فی صدی سے زیادہ زمینیں ہندوؤں
کے قبضے میں جا چکی ہیں، اکثر زمینیں ان کی رہن ہو چکی ہیں، کبھی
بیوی کا زیور نذر مہاجن ہے، کہیں مکان قرق ہوتا ہے، کہیں
مویشی بکتے ہیں، کہیں گھر نیلام ہوتا ہے، غرض کہ تمام جائداد پر
ہندوؤں کا قبضہ ہو رہا ہے، اور مسلمان بھیک مانگتے پھرتے ہیں،
اور مسلمانوں کے سوا جتنی قومیں ہیں سب مالدار ہیں، مولانا حالی نے
بہت درست کہا ہے

یہاں جتنی قومیں ہمارے سوا ہیں
ہزار ان میں خوشحال ہیں تو دو بے نوا ہیں
یہاں لاکھ میں دو گر اغنیا ہیں
تو سو نیم بسمل ہیں باقی گدا ہیں
ذرا کام غیرت کو فرمائیں گر ہم
تو سمجھیں کہ ہیں مبتذل کس قدر ہم

اسی مفلسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جگہ بہ جگہ مرتد ہوتے ہیں،
آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کی حقانیت میں شک لا کر
آج تک کوئی مرتد نہیں ہوا ہے، محض پیٹ بھرنے کے
لیے۔

مسلمان مرتد ہوتے ہیں

مسلمان اپنی مفلسی کے وجہ اپنی عزت بیچتے ہیں، اپنا ووٹ بیچتے ہیں، ضمیر بیچتے ہیں، اگر سچ پوچھئے تو مسلمانوں کی پستی کی بڑی وجہ ان کی مفلسی ہے، مسلمانوں میں ایک بہت بڑی غلط فہمی دولت کے متعلق پیدا ہو گئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگلے مسلمان کے پاس دولت نہیں تھی، یہ صحیح ہے، مگر وہ مفلس نہیں تھے، آغاز اسلام میں البتہ مسلمانوں کے پاس دولت نہ تھی، جب تو یہودی ستاتے تھے، مگر بعد کو مالی حالت مسلمانوں کی ایسی تھی کہ کوئی زکوۃ لینے والا نہیں تھا، لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم نے یہ فرمایا ہے کہ الفقر فخری، یعنی فقیری سے ہم کو فخر ہے مگر ان کو یہ نہیں معلوم کہ اول تو سرور عالم نے ازرہ ایثار، فقر کو قبول کر رکھا تھا، یہ فقیری اختیاری تھی، ثانیاً کیا بے خبروں کو یہ نہیں معلوم کہ سرور عالم دعا میں مفلسی سے پناہ مانگتے تھے، اور حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مفلس کا منہ دونوں جہان میں کالا ہے الفقر سواد الوجہ فی الدارین، کیوں نہیں، اگر پیسہ آپ کے پاس ہے تو دین دنیا دونوں حاصل کر سکتے ہیں، مفلس آدمی حج زکوۃ، قربانی، صدقہ فطر، والدین کے حقوق، یتیموں کی پرورش مسافروں کی خدمت، بیوہ ں کی مدد اور بہت سے ثواب کے

کاموں سے محروم رہتا ہے، دولت مند ہی مسجدیں بناتے ہیں
مدرسہ قائم کرتے ہیں، رفاہ عام کے لئے کام کرتے ہیں، قومی
کاموں میں چندہ دیتے ہیں، دنیا میں بھی خوش رہتے ہیں، میں
یہ نہیں کہتا کہ دولت مند بہت خوش نصیب ہیں، اور فقر فاقہ میں
مبتلا انسان بڑے بے نصیب ہیں، بہت کروڑپتی انتہا درجہ
بدنصیبی کی زندگی بسر کرتے ہیں، اور بہت سے فقیر کو مسرت وسعادت
کی زندگی حاصل ہے، دولت مسرت کے لئے کوئی لازمی شرط
نہیں، صرف دولت سے مسرت نہیں ہوتی ہے، دولت سے
مسرت اس کو ہوگی جو جمع کرنا جانتا ہے، تو خرچ کرنا بھی جانتا
ہے، اگر آپ غور کرکے دیکھئے تو مسلمانوں کے جسم کمزور ہورہے
ہیں، یہ کیوں؟ اس لئے کہ مقوی غذا نہیں ملتی ہے، مسلمانوں
کا اخلاق الگ بگڑ رہا ہے، مسلمان اپنے ہندو آقا کو خوش کرنے
کے لیے مسلمان کے خلاف اور وہ بھی مذہبی معاملات میں جھوٹی گواہی
دیتے ہیں، گواہی تو ہمیشہ سچ ہی دینی چاہیئے، خواہ مسلمان کے
خلاف ہو، خواہ کافر کے، مگر یہ کیا ظرف ہے کہ مسلمان چند پیسے
کے لئے مسلمان کے خلاف جھوٹ بولتا ہے، اگرچہ مسجد قبرستان
ووقف ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو، آہ محض مفلسی کے باعث چند پیسے
کے لئے ایسا کرتا ہے، مفلسی سے تنگ آکر چوری کرتے ہیں،
حرام کھاتے ہیں، کیا کچھ نہ کرتے ہیں، بات صاف ہے مفلس

آدمی کے لئے دین پر قائم رہنا بہت مشکل ہے۔ تب تو حضور سرور عالم نے فرمایا ہے کہ مفلس کا منہ دونوں جہاں میں کالا ہے دولت کے ذریعہ حکومت حاصل ہوتی ہے، کیا آپ نہیں جانتے کہ اسی ملک ہندوستان میں غلام قطب الدین دہلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔ شدر قوم نے کچھ دنوں برہمنوں پر حکومت کی۔ مصر کے چند غلاموں نے خاندان عباسیہ سے مصر کی حکومت چھین لی۔ یہ سب روپیہ کا کرشمہ تھا۔ اس دور میں سارا تماشہ روپیہ کا ہے مختصر یہ ہے کہ دولت نعمت ہے، مفلسی قہر الٰہی ہے، جو قوم اللہ کے غضب کی مستحق ہوتی ہے، اس پر سب سے بڑا عذاب، جو نازل ہوتا ہے، وہ افلاس کا عذاب ہے، بنی اسرائیل پر جب خدا کا غضب ہوا تو یہی افلاس کا عذاب نازل ہوا۔

اس وقت مسلمانوں کے عیش آرام کا سوال نہیں ہے بلکہ سوال ہے زندگی کا سوال ہے تحفظ دین و ایمان کا۔ دنیا میں مسلمان ذلیل و خوار اور رسوا ہیں، ان کو دنیا کی مجلس میں سب کے برابر بیٹھنے کی اجازت نہیں، اور اگر اجازت بھی ملے تو خود بیٹھتے ہوئے شرم آئے گی۔ اس مفلسی کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ گریجویٹ کو چین ہے، نہ عالم کو راحت ہے، نہ تاجر خوش ہیں، نہ ملازم، نہ زمیندار کی حالت درست ہے، نہ کاشتکار کی، انتہا یہ ہے کہ اب مساجد کی حفاظت میں فرق آگیا ہے،

برادران ملت، آپ نے کبھی غور کیا ہے، کہ مسلمانوں کے مفلسی کے کیا وجوہ ہیں، اگر آپ غور کریں تو اس کے متعدد وجوہ ملیں گے،

مفلسی کی وجوہ!

پہلی وجہ فضول خرچی ہے، آمدنی سے زیادہ خرچ مسلمانوں کی عادت ہو گئی ہے، فضول خرچی ان کا شیوہ ہے اسلام میں فضول خرچ کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے، آپ میرا مطلب غلط نہ سمجھیں، اسلام کا خاص شعار فیاضی، مہمان نوازی اور غربا پروری ہے، اگر آپ فضول خرچی نہ کریں اور کفایت شعاری سے کام لیں تو آپ کو فیاضی کا زیادہ موقع ملیگا، فضول خرچی کے راستے مسلمانوں نے ایک نہیں سینکڑوں پیدا کر دیے ہیں، شادی بیاہ، غمی کے رسموں میں لاکھوں روپئے مسلمان فضول خرچ کرتے ہیں، اس کے علاوہ اور کتنے موقعہ پر مسلمان بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں، کہاں تک تذکرہ کیا جاتے، ایک شب برات کو لیجئے، سنی، شیعہ مقلد، غیر مقلد سب متفقہ طور پر شب برات کی آتشبازی کو خلاف شرع بتاتے ہیں، میں نے سنا ہے کہ بعض حضرات ایسے شوقین مزاج واقع

ہوتے ہیں کہ داد کے واسطے آتشبازی کھینچتے ہیں، اور
بعض بوڑھے ایسے منچلے ہیں کہ خود آتشبازی نہیں چھوڑینگے
لیکن دوسرا کوئی چھوڑے گا، تو خوب جی لگا کر دیکھیں گے، اور
اس طرح آتشبازی چھوڑنے والوں کی ہمت افزائی کرتے
ہیں، اور بعض بیوقوف ایسے ہیں کہ خود آتشبازی نہ چھوڑیں گے
نہ تماشا دیکھیں گے، بلکہ دل سے برا بھی سمجھتے ہیں، مگر بچوں
کے ضد کرنے اور رونے پر منگا دیتے ہیں، آپ کو خبر ہے
یا نہیں کہ جرمنی اور جاپان سے ہر سال تقریباً دو کروڑ روپے کی
آتشبازی آتی ہے، اور یہ سب مسلمان ہی شب برات میں
خرید کر چھوڑتے ہیں، دو کروڑ روپیہ اس طرح مسلمانوں کا
جرمنی اور جاپان جاتا ہے، قریب ایک کروڑ روپیہ کی دیسی
آتشبازی مسلمان شب برات میں خریدتے ہیں، غرض کہ تین
کروڑ روپیہ سال میں اور وہ بھی ایک رات صرف آتشبازی
میں مفلس قوم پھونک دیتی ہے، اب آپ ہی فرماتے کہ
مسلمانوں کی اقتصادی حالت بد سے بدتر کیوں نہ ہوگی، اب
ایک نئی بات یہ ہے کہ بعض کمبخت مسلمان دیوالی کے موقعہ
پر بھی آتشبازی چھوڑتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ
آتشبازی میں جو مالی نقصان ہے، اس کے علاوہ جانی
نقصان بھی ہے، ہر سال شب برات کے موقع پر کچھ جانیں

بھی آتشبازی میں ضائع ہو جاتی ہیں، اور ہاتھ منہ جل جاتا
تو معمولی بات ہے، یہ کیا غضب ہے کہ ہر سال علمائے دین
لیڈر و مصلح، اخبار و رسائل چیخ پکار مچاتے ہیں، مگر کوئی اثر
نہیں ہوتا، کیا یہ افسوسناک ذہنیت نہیں ہے، کیا جو قوم
اپنی محنت کی کمائی یوں نذر آتش کرے، وہ زندہ رہنے کے
لائق ہے، ختنہ، عقیقہ، دسواں، بیسواں، چہلم ہر موقع پر
مسلمان نام آوری کے لئے فضول خرچ کرتے ہیں، سوسائٹی
کی ایسی حالت بگڑی ہوئی ہے کہ بسا اوقات مجبور ہو کر لوگ
اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، مثلاً شادی کے موقعہ
پر اس کا خوف لگا رہتا ہے کہ اگر اولوالعزمی سے خرچ نہ کیا گیا تو
سمدھن بگڑ کر ساری زندگی بہو کو الزام دیتی رہے گی کہ خدا جانے
کس کنجوس گھر والے کی ہے، دلہا بابو کے اینٹھ جانے کا الگ
خوف ہے، اسلئے شیروانی کا کپڑا نہایت اعلیٰ درجہ کا ہونا چاہئے
اور سلائی میں ذرا شکن پڑ گئی ہے، تو اس کا غصہ بیوی پہ ہے
یہ تو ہماری سوسائٹی کی حالت ہے، تکلفات زندگی کو ہم نے
بہت بڑھا رکھا ہے، حد سے زیادہ پان کا استعمال مسلمان ہی
کرتے ہیں، حقہ، چائے، برف، ان سب کا استعمال کثرت سے
مسلمان ہی میں ہے، کھانے کو ہو یا نہ ہو، مگر پان ضرور چاہئے،
کروڑوں روپیہ مسلمان اس طرح تھوک دیتے ہیں، اقتصادی

سے اگر استعمال کیا جائے تو شکایت نہیں، لیکن یہاں تو یہ
عالم ہے کہ جس مسلمان کو دیکھیے، جیب میں پان بنا رکھے
ہوئے ہیں، اور اس میں کم سے کم دس گلوریاں ہیں، کثرت
سے جو پان کھاتے ہیں، ان کا پان میں اوسط خرچ پانچ روپیہ
ہے، جن کی تیس روپیہ کی ماہانہ آمدنی ہے، اور پانچ روپیہ پان میں
خرچ ہے، آپ ہی فرمائیے کہ بچے کو تعلیم کیونکر دلا سکتے
ہیں، پھر قرض کیوں نہ لینگے، امیروں کو چھوڑیے، امیر تو
مسلمانوں میں تھوڑے ہی ہیں زیادہ تو غریب ہی ہیں، آپ
ہی فرمائیں کہ غربت میں جو قوم صرف پان میں اتنا فضول خرچ
کرے، وہ کیوں برباد نہ ہوگی، اور کیونکر اتفاق قبول کرینگے
کہاں تک میں نے تو مثالاً چند باتوں کا ذکر کر دیا ہے ورنہ اگر فضول
خرچیوں کا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے دفتر چاہیے، ہندوؤں
میں فضول خرچی بالکل نہیں ہے،

دوسری وجہ مسلمانوں کی مفلسی کی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ قرض
لیتے ہیں اور ہمیشہ سود دیتے ہیں، اور قرض ضرورت کے لئے
نہیں، بلکہ دنیا کو اولوالعزمی دکھانے کے لئے لیتے ہیں، اسی
قرض سود کی وجہ سے مسلمانوں کی جائدادیں نیلام ہو رہی ہیں
آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے، کہ سود دینے والے مسلمانوں
کی جانب ہے، سود سے مسلمان کچھ زیادہ نقصانات سے گئے

دوسرے مضمون کے تحت لکھوں گا، یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ مسلمان سودی قرض لینا بند کر دیں، تو بہت بڑی وجہ ان کی مفلسی کی دور ہو جائے گی۔

تیسری وجہ مسلمانوں کی مفلسی کی مقدمہ بازیاں ہیں مقدمہ بازی تو ہندو بھی کرتے ہیں، مگر چونکہ ان کے پاس دولت ہے اس واسطے ان پر زیادہ اثر نہیں ہوتا، اور مسلمان تو مفلس ہی ہیں، مقدمہ بازی سے ان کے افلاس میں اضافہ ہوتا ہے، مقدمہ بازی سے مسلمانوں کے ہزار ہا خاندان تباہ و برباد ہو گئے ہیں، اور ہو رہے ہیں، معاملات کو صلح سے طے کر لینا مسلمانوں کو آتا ہی نہیں، افسوس ہے کہ ہر بستی میں دو ایک مفتری ایسے ہوتے ہیں، جو اپنا کام بنانے کے لئے جھگڑے کو طے نہیں ہونے دیتے، بلکہ بسا اوقات جھگڑا پیدا کرتے ہیں، مسلمانوں کو ایسے دوست نما دشمن سے مشورہ نہ لینا چاہئے تاکہ وہ ان کو لڑا کر تباہ و برباد نہ کریں۔

چوتھی وجہ افلاس کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس کی ہمدردی بہت کم ہو گئی ہے، اور اس لئے دوسری قوم کے افراد ان کو مالی نقصان پہنچاتے ہیں، مثلاً ہندوؤں کے بستی میں اگر دو چار مسلمان ہیں اور مسلمان ان کے خواہش کے مطابق زندگی نہیں بسر کرتے ہیں، تو ان کو ہر طریقے سے دبایا جاتا ہے

اور دیا جائیگا سو یہ طریقہ مالی نقصان پہنچاتا ہے

پانچویں وجہ افلاس کی مسلمانوں کی جہالت ہے، مسلمان علم معیشت سے بالکل ناواقف ہیں، دولت کمانے کا طریقہ یہ جانتے ہی نہیں، اہل یورپ نے اس فن میں کمال پیدا کیا ہے، ہندو بھی ترقی کر رہے ہیں، ہندوؤں کے کارخانے جا بجا اعلیٰ پیمانہ پر بڑے بڑے سرمایہ سے جاری کئے جا رہے ہیں، دیاسلائی، کانچ کا اسباب، چینی کا اسباب، کاغذ، پنکھا، توا، ادویات مرکب، گرم کپڑا، ریشمی کپڑا، شکر، چائے انواع اقسام کی چیزیں تیار کر رہے ہیں، مگر مسلمان اس میں بہت کم حصہ لے رہے ہیں، غرض کہ ہندو معیشت کی ترقی دینے کے درپے ہیں لگے ہیں، مگر مسلمان غافل ہیں، صنعت و حرفت میں بھی مسلمانوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔

چھٹی وجہ افلاس کی یہ ہے کہ مسلمان تجارت بہت کم کرتے ہیں، اور یہ بہت بڑی وجہ مفلسی کی ہے، مسلمانوں میں تجارت کا یہ حال ہے کہ بعض اس کو معیوب سمجھتے ہیں، حالانکہ سچ پوچھئے تو تجارت جزو بادشاہی ہے، جو قوم تجارت میں پیش ہوگی، حکومت کرے گی، تجارت ایسا معزز پیشہ تھا، یہ قوم ہی پوری طرح سے بالکل اس سے غافل مگر کچھ بیٹھی ہیں، اور عام بھی ہندو امرا کی

دولت کے غرور میں نہیں ہیں، تجارت کو ذلت کی نگاہ سے
نہیں دیکھتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی دولت کو بڑھاتے
ہیں، اور اپنی قوم کے افراد کو فائدہ پہنچاتے ہیں، تعلیم یافتہ
ہندو تجارت اور دکانداری کے پیشہ کو ذلیل نہیں سمجھتے، [illegible]
تجارت کی روح ہے، اور دماغ سے تجارت میں فلاح و بہبودی
ہوتی ہے، ہندو دولت مند تجارت کی روح ہیں، اور ہندو
تعلیم یافتہ تجارت کا دماغ ہیں، لیکن مسلمان دولت مند اور تعلیم
یافتہ دونوں ہی تجارت کرنا معیوب سمجھتے ہیں، آپ ہی فیصلہ
کریں کہ ہندو زندہ رہیں گے یا مسلمان، عاقل مسلمانو! حضور
صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کرتے تھے، خدیجۃ الکبریٰ کا
مال لے کر حضور شام کی طرف گئے، اور وہاں تجارت کیا، کافی
منافع حاصل کیا، اصحاب کبار میں اکثر تاجر پیشہ تھے، امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ تجارت کرتے تھے، امام صاحب کا رجحان تجارت
کی طرف شروع ہی سے تھا، آپ کپڑے کے تاجر تھے، آپ کی
[illegible] دکان کوفہ میں تھی، ایک دن کسی نے امام صاحب سے
سوال کیا کہ آپ تجارت کو کیوں پسند کرتے ہیں، تو آپ نے جواب دیا کہ
تجارت مسلمانوں کا مقدس پیشہ ہے [illegible] مسلمانو! تمہارا فضل تھا، ان کا
خاص پیشہ تجارت تھا، [illegible] تجارت [illegible] یہ حالت ہے کہ جب مسلمان
تعلیم یافتہ ہیں انگریزی داں ہوں یا عربی داں تجارت [illegible]

اور ہر ضلع کا جائزہ لیجئے اور فرمائیے کہ اسکول و مدرسہ سے نکل کر کتنے حضرات تاجر ہیں، شاذ و نادر آپ کو ملیں گے، یہ پیشہ مسلمانوں کو مذہبا و وراثت میں ملا ہے، آپ ہی انصاف سے کہیں کہ جس کام کو حضور سرور عالم کرتے تھے، اس کو آپ معیوب سمجھیں، اور یہ غیر مسلم معزز جانیں، تو زندہ کون رہے گا، مسلم یا ہندو تجارت کرنے والی قوم حکمراں ہے، انگریزوں نے حکومت تجارت کے ذریعہ کی، ہندو بھی تجارت کے ذریعہ حکومت لینا چاہتے ہیں ہر تجارت پر ہندو کا قبضہ ہے، یہ چھوٹی بڑی سب تجارت کرتے ہیں کپڑے کی تجارت یہ کریں، غلہ کی تجارت ان کے ہاتھ، پرچون کی تجارت پر ان کا قبضہ، چنا ہندو بیچے، سگریٹ پان و پاسالائی ہندو بیچے لڑکوں کے لئے مٹھائی گلیوں میں ہندو بیچے، مسلمان صرف تمباکو و جوتے کی تجارت کرتے ہیں، مگر اس تجارت کو بھی ہندو اختیار کر رہے ہیں، خانصاحب شیخ جی، سید صاحب، شاہ صاحب، قرض مانگتے پھرتے ہیں اچھا کپڑا پہنے ہوئے ہیں، فاقہ پر فاقہ ہے، مگر یہ کہتے اے میاں کم سے کم پان ہی بیچو، لالٹین کی بتی بیچو، تو کہہ جاتا کہ عزت چلی جائے گی، حالانکہ مفلس و محتاج کو کوئی عزت حاصل ہی نہیں، عزت خاک میں ملجا ئیگی، ملازمت کیطرح

کاروبار شخصی فوائد تک محدود نہیں رہتا، بلکہ کاروباری آدمی
اپنے علاوہ بہت سے افراد کی مصروفیت کا ذریعہ بن جاتا
ہے، آج بھی مسلمانوں میں تجارت وکاروبار کا عام مذاق
پیدا ہو جائے، تو مسلمان ذلت و افلاس، آوارگی، و
پریشانی سے نجات حاصل کر لینگے،

ساتویں وجہ افلاس کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں تقدیر
توکل اور قناعت کا غلط مفہوم پیدا ہو گیا ہے، جو مسلمان
محنت و جانفشانی سے بھاگنا چاہتے ہیں وہ تقدیر کے پیچھے
میں خود گمراہ ہوتے ہیں، اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں،
اسلامی زندگی بیکاری و کاہلی کے مخالف ہے اسکا مجبوروں
نے کاہلی و بیکاری کا نام قناعت و توکل رکھ دیا ہے، حضور
سرور عالمؐ نے صاف فرمادیا ہے کہ الکاسب حبیب اللہ
یعنی کسب ہنر کی روزی پیدا کرنیوالا خدا کا دوست ہے اور
دوسری جگہ یوں فرمایا ہے کہ عبادت کے ستر حصے ہیں، انمیں
سب سے بڑھکر حلال روزی کا تلاش کرنا ہے،

اٹھویں وجہ افلاس کی گداگری ہے، ظاہر اسباب
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گداگری افلاس کا نتیجہ ہے، کیونکہ
جب لوگ مفلس ہوتے ہیں تو بھیک مانگتے ہیں، مگر ان دنوں
ہندوستان میں ایسا نہیں ہے، مفلس کم زیادہ تر مستطیع

اور صحیح و توانا لوگ بھیک مانگ کر دولت جمع کرتے ہیں، اسطرح دوسروں کی محنت کی کمائی کا پیسہ ایک بیکار جماعت کے ہاتھ میں جاتا ہے، اگر یہ بیکار جماعت کام کرکے دولت جمع کرے، تو قوم کی دولت میں اضافہ ہو، یہی وجہ ہے کہ گداگری مفلسی کی علت ہے، اسلام نے گداگری کو ممنوع قرار دیا ہے، ممنوع ہی نہیں، بلکہ تخذیر و ترہیب سے کام لیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوسرے ہم جلیسوں میں ہمیشہ سوال کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ ایسی صورت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا، اس حدیث کی تشریح یوں فرمائی گئی ہے، کہ قیامت میں وہ بے وقعت اور بے عزت رہیگا، غرض کہ گداگری میں دین و دنیا دونوں میں تحقیر و ذلت ہے، جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو، اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں، جب اسلام کا یہ فرمان ہے، تو آج گداگروں کی بڑی تعداد ہمیں کیوں نظر آتی ہے، زیادہ تر تندرست نوجوان ہی گداگر ہیں، یہ پیسہ مانگ کر لے جاتے ہیں، اور تاڑی شراب پیتے ہیں، اس کی ضرورت ہے کہ صحیح و توانا گداگروں کی ہمت افزائی نہ کی جائے، ایک مرتبہ کوئی انصاری مفلس حضور سرورِ عالم کے پاس کچھ مانگتے ہوئے پہنچے، حضور نے پوچھا

کہ تمہارے اثاث البیت کی کیا مقدار ہے؟ انہوں نے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا اور کاٹھ کا پیالہ حاضر کیا، حضور نے اسے نیلام کر کے دو درہم ان کو دیئے، اور فرمایا کہ ایک سے اپنے کھانے پینے کا انتظام کرو، اور دوسرے سے کچھ سامان لکڑی وغیرہ کاٹنے کا فراہم کرو، اور پندرہ دن گزرنے کے بعد پھر میرے پاس آؤ، مدت معینہ گذر نے کے بعد انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونوں ہاتھوں میں دس درہم لئے حاضر ہوئے، حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہارا یہ عمل کہیں بہتر ہے، اس سے کہ تم سوال کرتے اور اس کے آثار تمہارے چہرے پر نمودار ہو سکتے

آج بہت بڑی تعداد بیوہ یتیم و مسکین کی موجود ہے، جو نان شبینہ کو محتاج ہے، مگر بہت کم ہیں جو انکی مدد کرتے ہیں، اپنے محلے کا یتیم بچہ بھوک سے بلک رہا ہے، اور کوئی سامان اس کا نہیں ہے، کوئی نہیں پوچھتا کہ بچہ تیرا کیا حال ہے مگر ہٹے کٹے گداگروں کی تھیلی سب بھرتے ہیں، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ سائل کے سوال کو رد ہی کر دو، اللہ تعالے نے انسان کو تمیز دیا ہے، اسی سے کام لیا جائے، تو صحیح ڈھونگا پیشہ ور گداگروں کا خاتمہ ہو سکتا ہے، اگر مسلمان گداگری ترک کر دیں، تو افلاس کا ایک سبب مٹ جائیگا،

مفلسی کا تدارک!

(۱) تجارت کیجئے، اس کے متعلق ایک بہت بڑے اور کامیاب تاجر حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب کے چند الفاظ یہیں درج کرتا ہوں "ہمارے ملک میں کئی تحریکیں محض جذبات کی بنا پر شروع کی گئیں، جبتک جذبات میں جوش اور اشتعال رہا، یہ تحریکیں بڑے اچھے پیمانہ پر چلتی رہیں، لیکن جب ذرا سکون پیدا ہوا تو اس کے ساتھ تحریکات میں بھی اس درجہ افسردگی پیدا ہوگئی کہ ان کا عدم اور وجود برابر ہوگیا، میری یہ رائے ہے کہ قوم کی اصلاح و درستی یا تنظیم و ترتیب کی کوئی تحریک جذبات کی بنا پر نہیں چل سکتی، علی الخصوص تجارت کے لئے تو جذبات کو بنیاد بنانا بے حد خطرناک ہے، لہذا یہ ضروری ہے کہ اسے جذبات کی بنا پر نہ شروع کیا جائے اور نہ کسی قوم کی دشمنی یا عداوت کو اس کی بنیاد قرار دیا جائے ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تحریک زیادہ دیرپا نہ ہوگی، اور نہ اس سے قوم کو کوئی فائدہ ہوگا، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ تجارت کو ایک مستقل پیشہ سمجھ کر اختیار کریں، اور مضبوط ارادہ اور مستحکم عزم کے ساتھ اس کا آغاز کریں۔"

(۲) مسلمان کاہلی و بیکاری ترک کر دیں،

(۳) گداگری کا پیشہ ترک کر دیا جائے،

(۴) زندگی سادہ اختیار کرنی چاہئے، لذیذ غذا اور نفیس کپڑے کا عادی نہ بننا چاہئے، اچھا کھانا حیوانی فعل نہیں ہے، بلکہ فطرت انسانی کے مطابق ہے، میری غرض یہ ہے کہ عمدہ کھانا کھا کر مفلس نہ بننا چاہئے،

(۵) حقہ، چائے، پان، وغیرہ اگر ترک نہ کیا جائے، تو کم سے کم اعتدال کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے،

(۶) کوئی مہمان کسی کے مکان پر جائے اور میزبان پان وغیرہ سے خاطر نہ کرے تو اس کی شکایت نہ کرنی چاہئے اور نہ برا سمجھے، بلکہ تعریف کرے،

(۷) اپنے آمدنی خرچ کا حساب رکھنا چاہئے عورتیں جب روز کا روز حساب سن لینگی، تو رفتہ رفتہ خود کفایت شعار ہو جائینگی۔

(۸) عورت اگر کفایت شعار ہو تو مرد کو اس کی رائے کے مطابق چلنا چاہئے، اور اگر عورت فضول خرچ ہو تو مرد کو کمائی سے زیادہ خرچ کی نگہداشت کا خیال چاہئے،

(۹) فضول خرچی ایک دم ترک کر دی جائے، اور کفایت شعاری اختیار کی جائے، فضول خرچی میں مرد و عورت دونوں

ہی مبتلا ہیں، مگر خواتین مجھے معاف فرمائیں یہ عیب ان
میں زیادہ ہے، کسی کا نیا کپڑا یا زیور دیکھا، اور دل میں
آیا کہ بس اس وضع کا کپڑا یا زیور بنایا جائے، اگرچہ
میاں کے پاس ایک پیسہ نہیں ہے، افسوس ہے کہ ہر عورت
اپنی حیثیت اور درجہ نہیں پہچانتی ہے۔ آج کل کی حالت یہ ہے
کہ ایک خاتون کا شوہر سو روپیہ ماہانہ حاصل کرتا ہے، دوسرے
کا پانچ سو، تیسرے کا ہزار روپیہ، مگر لباس میں ان تینوں
کے قریب قریب کچھ فرق نہیں ہوتا، سو روپیہ والی پانچ
سو والی سے مقابلہ کرتی ہے، اور فضول خرچی کرتی ہے
پانچ سو روپیہ والی ہزار روپیہ والی کا مقابلہ کرتی ہے،
اور مقروض ہوتی ہے، وعلیٰ ہذا القیاس، خدا نے جس کو
جتنا دیا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرے، اسلئے غریب
عورتیں اپنے سے زیادہ درجہ والی عورتوں کی ریس ترک
کردیں، اور دولت مند عورتوں کو چاہئے کہ اپنے سے کم
درجہ والی عورتوں پر رحم کرکے اتنا ایثار کریں کہ ان غریبوں
کے سامنے نت نئی ساڑیاں اور قیمتی اشیاء کا استعمال نہ
نہ کریں، تاکہ وہ دیکھ کر للچائیں نہیں، اور اس طرح فضول
خرچیاں سے بچ جائیں،
(۲) شادی بیاہ و غمی کے رسموں میں جو فضول خرچیاں

ہیں۔ سب بند کردی جائیں۔ ختنہ، عقیقہ کے موقعہ پر جتنے
خرچ ہیں، سب بیکار ہیں۔ دسواں، بیسواں، چہلم وغیرہ
نام نمود کے لئے لوگ مناتے ہیں۔ اور قرض لیکر خرچ کرتے
ہیں۔ یہ سب فضول ہیں۔

(۱۱) ماں باپ اپنے بچوں کو روپیہ نہ دکھائیں۔ کیونکہ ماں
باپ کے پاس روپیہ دیکھ کر بچے فضول خرچ ہو جاتے ہیں۔
غریبی کی مصیبتیں اٹھا کر جو پرورش اور تعلیم پاتے ہیں۔
وہی بڑے آدمی ہوتے ہیں۔ ایسی صورت نہ پیدا کریں کہ
اولاد کو غرور ہو کہ ان کے ماں باپ امیر ہیں۔ یہ پڑھ کر اور
کما کر کیا کریں گے۔ ایسی ہی نالائق اولاد باپ کے مرنے کی دعائیں
مانگتی ہیں۔

(۱۲) اپنی ضرورت کو کم کیجئے۔ اکثر انسان ضرورت خود
پیدا کرتا ہے۔ بعض لوگ بازار میں جا کر ضرورت پیدا کرتے
ہیں۔ حالانکہ چاہئے یہ کہ جب گھر میں ضرورت کی شدت مجبور
کرے، تب بازار جانا چاہئے۔ نمائشی ضرورت اور ہے۔ حفاظت
و آرائش زندگی کی ضرورت اور ہے۔

(۱۳) قرض سے پرہیز کیجئے۔ اور سودی قرض ہرگز نہ لیجئے
اس میں کوئی شک نہیں کہ بسا اوقات قرض ایک ضروری شے
ہے۔ بادشاہوں کو بھی اس کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ اگر صرف

اشد ضرورت ہی کی حالت میں قرض لینا چاہیئے، شادی بیاہ میں اور غمی کے رسموں میں ہرگز قرض نہ لیا جائے اور سودی قرض سے تو اس طرح بھاگنا چاہیئے، جس طرح لوگ شیر سے بھاگتے ہیں،

(۴۱) جو شخص قرض میں مبتلا ہے، اور قرض ادا نہیں کر سکتا، اس کے لئے ایک بزرگ قوم نے بارہ طریقے قرض ادا کرنے کے بتاتے ہیں جو درج کرتا ہوں،

پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ آمد و خرچ کا روز حساب لگاؤ اور خوب اطمینان سے سوچو کہ کون کون سے خرچ کو کم کر سکتے ہیں، اور پھر اس کو رفتہ رفتہ ترک کر دو، چند روز کے بعد بچت ہو جائے گی، اس کو اپنے قریب کے ڈاکخانہ میں جمع کرتے جاؤ، اگر سود زیادہ ہے تو اس بچت سے ایک حصہ نکال کر سود میں دو، اور سود کا بوجھ پہلے بالکل اتار دو کہ سود در سود کے عذاب سے بچو، کیونکہ وہ بڑی تباہ کرنے والی بات ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی محنت سے شرم نہ کرو اپنے متعلقہ فرائض ادا کرنے کے بعد آرام کا خیال چھوڑ کر کوئی اور ایسی محنت کرو جس سے روپیہ حاصل ہو اور اس روپیہ کو ڈاکخانہ میں جمع کر دو، اس طرح بہت جلدی ایک رقم ہو جائیگی

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ روپے پیسے اپنے جیب میں ہرگز نہ رکھو، کیونکہ جب جیب میں ہوتا ہے تو ضرورت پیدا ہوتی ہے، بازار بھی کسی کام کے لیے جاؤ، تو اتنی رقم پاس رکھو، جو تمہارے پیش نظر کام کے لیے کافی ہو، اسطرح تم کو بچت ہونے لگے گی، اور تم ایک دن قرض سے سبکدوش ہو جاؤ گے،

چوتھا اگر یہ ہے کہ روپیہ کسی ضرورت سے بچنے تو بچے ہوئے پیسوں کو فوراً گھر میں رکھ دو، تم اس کو حقیر سمجھتے ہو، اگر یہی چند پیسے مہینہ بھر کے بعد روپیہ ہو جاتے ہیں،

پانچویں یہ کہ بچوں کو بازار کے سودے کی چاٹ نہ لگاؤ، اور ان کو بازاری چیزوں کے لئے ایک پیسہ بھی نہ دو، اور عورتیں اس مزاج کی ہوں، تو ان کو تنبیہ کرو،

چھٹے یہ کہ جب تک قرضہ کا بار رہے، کسی فقیر کو خیرات نہ دو، کہ پہلی خیرات یہ ہے کہ تم قرض سے چھٹکارا پاؤ،

ساتویں یہ کہ جتنی الوسع دوستوں کو گھر پر آنے کا موقع نہ دو، اور تنگدستی کے زمانہ میں اپنے آپ کو مردہ سمجھو جو کسی دوست سے بات نہیں کرتا،

آٹھویں یہ کہ حقہ پان چائے وغیرہ کی عادت ہو، تو ان میں آدھی کمی کر دو، مثلاً چائے کی دو پیالیاں نہ پیو تو دو وقت پینا چھوڑ کر ایک وقت مقرر کرو، دس پان کھاتے ہو، تو پانچ کھاؤ، چار وقت حقہ پیتے ہو تو دو وقت پیو، یہ تم کو بہت خفیف باتیں معلوم ہوں گی، مگر ابھی سے ایک مہینہ کے بعد تم کو ایک بڑی رقم بچی ہوئی نظر آئے گی،

نویں یہ کہ مکلف غذا تا ادائے قرضہ کھانی چھوڑ دو، آٹھویں دن اچھی غذا کھاؤ، اور سات دن کم قیمت، اور سادہ غذا، اس سے تم کو اتنی زیادہ بچت ہوگی، کہ تم حیران رہ جاؤ گے،

دسویں کپڑے کا تکلف چھوڑ دو، قرضہ کی بے عزتی کے مقابلہ میں مکلف کپڑے کی خاک بھی عزت نہیں، پہلے ادائے قرضہ کی عزت حاصل کرو،

گیارہویں یہ کہ فضول خرچ آدمیوں سے نہ ملو، اور جو کفایت شعار مشہور ہوں ان کے پاس بیٹھو، تم کو ان سے بہت بڑا سبق ملیگا،

بارہویں یہ کہ اپنی بچت کا روز حساب کرو، اس سے تم میں بچانے کا شوق بڑھے گا، جس کو جاہل ننانوے کا پھیر کہتے

ہیں، مگر قرضہ اتر تے تک پہ پھر تم کو بہت ہی مفید ہے

(۱۳) جو لوگ امداد کے ضرورت مند ہوں، ان کو قرض حسنہ (بلاسود) دینا چاہیے، ہر محلہ اور بستی میں جہاں روپیہ والے ہوں ان پر ذمہ داری ہے کہ ضرورت مندوں کو قرض حسنہ دیں، تاکہ سودی قرض لینے کی ضرورت نہ ہو، قرض حسنہ حسب وعدہ ضرور ضرور ادا کیا جائے، تاکہ قرض حسنہ آسانی سے لوگ دیں،

(۱۴) بعض لوگ صرف دعا کرتے ہیں کہ مفلسی دور ہو، دعا ضرور کرنی چاہیے، مگر محنت و مشقت سے بھی کام لیا جائے تاکہ خدا اس محنت و مشقت کا ثمرہ جلد عنایت کرے، ایک بزرگ قوم نے لکھا ہے کہ سودی قرض کھانے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اکل حرام ہے، حرام خوری سے دل سیاہ ہوتا ہے اس لئے عمل پڑھنے والے اور دعا کرنے والے کو چاہیے، کہ دوران عمل میں سودی قرض نہ لیں،

(۱۵) ہر بستی میں بیوہ، یتیم جو مجبور و محتاج ہیں، اور ایسے اشخاص جو محتاج امداد ہیں، ان کی مدد کی جاتے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی کو مفلس نہیں رکھے گا، اس میں بہت بڑا راز ہے،

مسلمانوں کی جسمانی کمزوری

اب آئیے ہندوؤں و مسلمانوں کی جسمانی طاقت کا مقابلہ کیجئے، ہندوستان میں مسلمان کمزور ہیں، اور ہندو قوی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان بہ لحاظ طاقت جسمانی کے دنیا میں ہمیشہ ممتاز رہے، ہندوستان میں بڑے بڑے نامی پہلوان مسلمان ہی ہوئے ہیں، لیکن اس وقت کیا حالت ہے، طاقت کہاں سے آئے، یہاں تو مفلسی ہے کھانے کو پیسہ ندارد ہے، نہ دودھ میسر ہے، نہ گھی، نہ گوشت مفلسی کے باعث گوشت کھاتے بھی ہیں، تو بڑے کا، اور کمزور جانوروں کا، جب تک مسلمان فارغ البال رہے، ان میں جسمانی طاقت تھی، خواص کا تذکرہ نہیں، دوچار مسلمان آپ کو مضبوط نظر آئیں تو اس کا حساب نہیں، اور دوچار ہندو کمزور نظر آئیں تو قابل تذکرہ نہیں، عام طور پر مسلمان ہی کمزور و ہندو قوی نظر آتے ہیں، ایک تو مفلسی وجہ سے کمزوری کی، دوسرے جن کو کھانے کو میسر بھی ہے وہ بھی کمزور ہیں، کیونکہ ورزش نہیں کرتے، مسلمانوں نے ورزش ترک کر دیا ہے، ہندو ہر جگہ اکھاڑے قائم کر رہے ہیں، ہر ہندو کی بستی میں اس کی

انتظام ہے ہندوؤں کو شمشیر زنی، نیزہ بازی، بنا، پٹا، وغیرہ کی تعلیم دیجاتی ہے، ہندو ڈنڈ پیلتے ہیں، مسلمان شطرنج کھیلتے ہیں، مسلمان کیوں پٹ جاتے ہیں، جسمانی کمزوری بھی ایک وجہ ہے، انگریزوں کی حکومت قائم رہے یا ہندوؤں کا راج ہو، اسلامی سلطنت ہو یا جمہوری، جب تک آپ میں خود طاقت نہ آئے گی، کوئی حکومت کیا کر سکتی ہے، حکومت فطرت کے قانون کو نہیں بدل سکتی، وہ قانون یہ ہے کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے، بلی چوہے کو مار ڈالتی ہے، کتے بلی کو دبا دیتے ہیں، یہی حالت اقوام کی ہے، قوی قوم کمزور قوم کو ہضم کر جاتی ہے، لالہ جی ٹرین میں ایک افغانی کو دیکھ کر سہم جاتے ہیں، اور بغیر کہے ہوئے اس کو جگہ دیدیتے ہیں، مگر ایک مسلمان ہندوستان کا اور خاص کر بنگال کا ہو تو اس سے لڑ بیٹھتے ہیں،

نہایت افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان ورزش کرتے ہی نہیں، اگر کچھ جسمانی طاقت ہے، تو ان پڑھ مسلمانوں میں، یہی کمزور اور جاہل قوم کی نشانی ہے حکمراں قوم میں تعلیم یافتہ جسمانی ورزش زیادہ کرتے ہیں، اور تعلیم یافتہ ہی زیادہ قوی ہیں، ایک وجہ کمزوری کی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے پاس اگر پیسہ ہے، تو لذیذ غذا کا استعمال کیا جاتا ہے جس سے

نفس کی پرورش تو ضرور ہوتی ہے، مگر جسم کی پرورش نہیں ہوتی ہے، متوسط درجہ کے اور غریب مسلمان لبلبلت کھائینگے مگر اسی دو پیسے کا چنا خرید کر نہ کھائیں گے، حالانکہ آپ طبیبوں سے پوچھئے تو وہ یہی کہیں گے کہ لبلبلت میں کوئی قوت نہیں، اور چنا تو بادام منہ ہے، ایک وجہ کمزوری کی یہ بھی ہے کہ مسلمان بیکار رہتے ہیں، جفاکشی و محنت سے بھاگتے ہیں، حالانکہ جفاکشی و محنت ہی سے انسان مضبوط ہوتا ہے
شاید آپ کہیں گے، کہ جسمانی قوت سے کیا ہوتا ہے روحانی قوت چاہئے، میں کہتا ہوں کہ روحانی قوت ضرور پیدا کی جائے، روحانیت آپ میں آجائے تو خود اس عالم اسباب کا عقدہ کھل جائیگا، اور جسمانی طاقت کی حقیقت آپ پر کھل جائے گی، صرف اتنا یاد رکھئے کہ یہ زمانہ تو مادیت کا سمجھا جاتا ہے، جو زمانہ روحانیت کا تھا، اس وقت بھی سلف صالحین ورزش کرتے تھے، نیزہ بازی کی مشاقی کرتے تھے آپ سے زیادہ جفاکش تھے، تو کیا آپ روحانیت میں سلف صالحین سے بھی آیک قدم آگے بڑھ گئے ہیں، جبتک ہم کمزور ہیں، حفاظت خود اختیاری کی صلاحیت ہم میں آہی نہیں سکتی، غیروں کا شکوہ فضول ہے، اگر یہی حالت رہی تو مسلمانوں کی آیندہ نسل اور بھی کمزور ہو جائے گی،

اور غیر قومیں ان کو ہڑپ کر جائیں گی، جب قوم میں جسمانی کمزوری پھیلتی ہے، تو حکومت و ثروت و اقبال اس قوم سے روگرداں ہوتا ہے۔

قوی کیسے بنیں؟

(۱) جسمانی ورزش کیجئے، اس سے بدن مضبوط، قوی و تیز پھرتیلا ہوتا ہے۔

(۲) ہر محلہ و بستی میں اکھاڑہ قائم کیجئے۔

(۳) جفاکشی اختیار کیجئے، کاہلی و سستی دور کیجئے، محنت کے کام سے ہرگز نہ بھاگئے۔

(۴) تکلفانہ مزاج نہ بنائیے، اپنی چھوٹے چھوٹے کام خود کر لیا کیجئے، مثلاً بازار سے سودا خرید کر خود لایئے، اسٹیشن سے بیگ وغیرہ خود اٹھا کر لایئے، تکلفانہ مزاج سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔

(۵) نشئی اشیاء کا استعمال بالکل ترک کر دیا جائے، نشئی اشیاء کے عادی کمزور ہوتے ہیں، اگر کسی کو اس سے قوت ہو تو وہ محض عارضی ہے، عیاشی نشے کا لازم نتیجہ ہے۔

(۶) غذا سادہ کیجئے، مزے کا اتنا خیال نہ کیجئے، جتنا

غذا ابہت کا بعض آدمی اس قدر مزے پر جان دیتے ہیں، کہ معاذ اللہ مثلاً لال مرچ اس قدر کھائیں گے، کہ ناک سے پانی بہ رہا ہے، آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں، سی، سی کرتے جاتے ہیں، اور کھاتے جاتے ہیں، حالانکہ حکیم ڈاکٹر سے پوچھئے، تو معلوم ہو گا کہ اس قدر لال مرچ کا استعمال مضر ہے، غرض کہ غذا میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے، تاکہ جسم قوی ہو،

(۷) پان وغیرہ کا استعمال بہت کم کیجیے، ان چیزوں کا عادی انسان قوی نہیں ہوتا،

(۸) پابندی اوقات یعنی معتدل تقسیم اوقات صحت کے لیے بہت ضروری ہے، ہر کام کے لیے وقت اور ہر وقت کے لیے کام ہوتا ہے، سونا جاگنا، کھانا، پینا، سب کے لیے وقت مقرر کیجیے، اس سے تندرستی اچھی رہتی ہے، دنیا کی متمدن اور قوی قوموں کو پابندی اوقات کا غایت درجہ خیال ہے دیگر فوائد کے علاوہ پابندی اوقات کا صحت پر بہت اچھا اثر ہوتا ہے،

(۹) جسم کو مضبوط کرنے کے اور جو بہتر طریقے ہوں اختیار کیجیے،

مسلمانوں کی اخلاقی پستی!

آپ نے ہندوؤں کے مقابلہ میں، مسلمانوں کی تعداد، جہالت، مفلسی، بیجا فضول خرچی کا حال معلوم کر لیا اب آئیے مسلمانوں کے اخلاق و عادات کا مقابلہ غیر قوموں سے کیجئے، اور فرمائیے کہ تاش بازی، شطرنج بازی مرغ بازی، تیتر بازی، کنکوا بازی، آتشبازی، گول، گنجفہ چوسر وغیرہ میں زیادہ تر ہندو مبتلا ہیں، یا مسلمان، اس قسم کی جتنی بازیاں ہیں، اسلام میں سب ممنوع ہیں، مگر مسلمان ان میں زیادہ پھنسے ہوئے ہیں، اور ہندو کم، جس قوم کے افراد کا وقت ان بازیوں میں صرف ہو، اس کا مقابلہ ہندوؤں یا عیسائیوں سے کیا کیا جائے،

نشہ اسلام نے حرام کر دیا ہے، روحانیت اس سے فنا ہوتی ہے، اطبا اور ڈاکٹر اس کو مضر صحت کہتے ہیں، امریکہ ایسے لامذہب ملک میں حکومت سے نشہ خوری کی مخالفت ہے وہاں شراب کا استعمال قانوناً جرم ہے، یہ سبق انہوں نے اسلام سے سیکھا، مگر اہل اسلام کا حال ہندوستان میں کیا ہے، برہمن، راجپوت اونچی ذات والے ہندو تاڑی شراب

شاذ و نادر پیتے ہیں، مگر سید صاحب، شیخ جی، و خان صاحب اس میں اکثر مبتلا ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اس میں کوئی شک نہیں کہ نیچی ذات والے ہندو مثلاً، دوسادھ، چمار، بھنگی، ڈوم وغیرہ اکثر تاڑی شراب پیتے ہیں، مگر یہ بھی پنچایتیں کر کے شراب تاڑی کا استعمال روک رہے ہیں، ان میں تو اتنی بیداری اور مسلمانوں میں یہ غفلت، مدک، چانڈو، افیون کا استعمال زیادہ تر مسلمان ہی کرتے ہیں،

لہو و لعب مسلمانوں کا شیوہ ہو گیا ہے، ہندو کا بچہ کبڈی کھیل کر بدن مضبوط کرتا ہے، مسلمان کا بچہ گلی ڈنڈا کھیل کر وقت ضائع کرتا ہے، بوڑھے میاں شطرنج کھیل رہے ہیں، میاں جوان تاش کھیل رہے ہیں، ذرا ہندو دوں کو دیکھئے، بوڑھے جوان بچے سب مفید کاموں میں مشغول نظر آ رہے ہیں، برادران اسلام یاد رکھئے: اخلاقی پستی اور بُرے عادات سر زمین تو برباد ہوتے ہی ہے، اخلاق و عادات کی خرابی سیاسی موت ہے، مسلمانوں میں اخلاق مفقود ہو رہا ہے، عادات بگڑ رہے ہیں، ہم میں سے اتحاد و اتفاق جود و کرم، مرحمت و محبت، شجاعت و لیاقت، صدق و امانت عفو و درگذر، حسن معاملہ سب رخصت ہو رہے ہیں،

ایک اتحاد کو لیجئے: اتحاد ہی سے انفرادی و اجتماعی زندگی

کا قیام ہے، اتحاد و اتفاق ہی سے قومیں بنتی ہیں، اتحاد و اتفاق
کے متعلق چند الفاظ غازی محمد نادر شاہ، موجودہ فرمانروائے
افغانستان درج کرتا ہوں، جو واقعی ہمارے لئے شمع
ہدایت ہے، وہ کہتے ہیں "کامیابی و سعادت اتفاق میں
ہے، اور بربادی و ذلت کا راز نفاق میں مضمر ہے، یہ دونوں
الفاظ حیات انسانی پر تریاق اور زہر کا اثر رکھتے ہیں۔
ہم ایک سال کی مختصر مدت میں ان دونوں کا تجربہ کر چکے ہیں
اور ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ نفاق کے ساتھ قہر الٰہی اترتا ہے
اور اتفاق کے ساتھ رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے،
اتفاق و نفاق کے یہ اثرات اس قدر نمایاں ہیں کہ ہر شخص
ان سے واقف ہے، اختلاف رائے اور چیز ہے اگر ہم میں
اختلاف رائے سے نفاق پیدا ہو جاتا ہے، مل جل کر رہنا
ہم کو آتا ہی نہیں، خلاف رائے رکھنے والے کے ساتھ رواداری
ہم برت ہی نہیں سکتے، جب اختلاف رائے کا دوسرا درجہ
ہمارے یہاں نفاق ہے، تو ذرا ذرا زمین کے لئے جو لڑائی ہو،
اس کا اللہ ہی حافظ ہے،

ذرا ہندوؤں سے حسن معاملہ میں مسلمانوں کا مقابلہ کیجئے
برادران اسلام مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا سبب بد معاملگی
ہے، مسلمان حسن معاملہ کی اہمیت سمجھتے ہی نہیں، سرداران قریش

نے حضور سرور عالم کے قتل کا ارادہ کیا، اور اس نیت سے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا، آپ صدیق اکبرؓ کے مکان تشریف لے گئے، اور ہجرت کا پیغام سنایا، حضرت صدیقؓ نے دو اونٹنیاں پیش کیں، اور عرض کیا، آپ ایک پہ سوار ہوں، غور کیجئے، یہ کیسا نازک وقت ہے، خطرناک ساعت ہے، مگر حضورؐ کیا کرتے ہیں، پہلے صدیقؓ سے اونٹنی کی قیمت طے کر لیتے ہیں، اور تب سوار ہوتے ہیں،

ایک دوسرا واقعہ سنئے، ایک یہودی ساہوکار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض کا تقاضا کیا اور مقررہ عہد سے تین روز پہلے تقاضا کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر یہودی نے چھین لی، اور زبان درازی سے کام لیا، اس پر حضرت عمرؓ بہت ناخوش ہوئے، بلکہ بہت تیز ہو گئے، سنئے، حضور نے کیا کیا، حضور نے فرمایا، عمرؓ یہ طرز عمل پسندیدہ نہیں، تمہیں تو زیبا تھا کہ مجھے ادائیگی اور زید کو حسن تقاضا کی تلقین کرتے، اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ قرضہ ادا کیا جائے، اور عمر کے عتاب کے عوض اصل قرضہ سے ڈیڑھ من زیادہ غلہ دیا جائے،

برادران اسلام، دیکھا آپ نے حسن معاملہ، حقیقت یہ ہے کہ حسن معاملہ بہت بڑی چیز ہے، بدمعاملگی تباہی کا

باعث ہے، بدمعاملگی ہندوؤں میں بھی ہے، مگر مسلمانوں سے کم ہے، حسن معاملے کا نتیجہ تھا کہ کافر مسلمان کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتا تھا، ہم میں سے اگر بدمعاملگی دور ہو جاتے، تو قوم کی مالی حالت بھی اچھی ہو جاتے، بعض مصلحین کا خیال ہے کہ جو قومیں سود لیتی ہیں وہ خوب ترقی کرتی ہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے، اول تو سود لینے سے آخرت برباد ہوتی ہے، آخرت برباد کر کے دنیا کی ترقی ہوتی بھی تو ایسی ترقی مسلمان نہ کریں، تو ہزار درجے بہتر، مال سے مقصود نفع دنیوی ہے اور سود خوار کا حال یہ ہے کہ جمع کرتے کرتے مر جاتا ہے اور اکثر نہ تو سود خوار ہی کے کام آتا ہے، اور نہ ان کو ملتا ہے جن کے لئے جمع کیا جاتا ہے، سود لینے سے انسان سخت دل ہو جاتا ہے کسی پر اس کو رحم نہیں آتا، کسی کے مصیبت سے اس کا دل نہیں دکھتا، اس کے علاوہ سود سے انفرادی ترقی ہوتی ہے، نہ کہ قومی ترقی کا سبب ہوتے ہے جس سے عوام الناس منتفع ہوں،

ترقی یافتہ قوم وہی ہے، جس میں عام طور سے لوگ غنی ہیں، اور سود ایسی شئے ہے کہ ساری قوم میں شائع نہیں ہو سکتا، اس کی وجہ ظاہر ہے، قوم کے کل افراد کے پاس مال نہیں، آخر سود کون لے گا، اور کون دے گا،

ظاہر ہے کہ بعض لینگے اور بعض دیں گے، تو جو سود لینگے وہ ترقی کریں گے، اور جو دیں گے وہ تباہ ہونگے، ہندؤں میں جو قومی ترقی ہے وہ سود کے باعث نہیں ہے، ہندؤں میں انفرادی ترقی سود کی وجہ ضرور ہے، مگر ان کی قومی ترقی کاروبار، تجارت، صنعت، وحرفت، کفایت شعاری وغیرہ کے باعث ہے، تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تباہی سود نہیں لینے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ سود دینے کی وجہ سے ہے مسلمانوں میں افلاس ہے، اس لئے ان کو قرضہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے، مگر مسلم قوم میں بھی ایسے افراد ہیں، جن کے پاس دولت ہے صورت ایسی نکالنی چاہئے کہ دوسری قوم کو سود دینا نہ پڑے، وہ طریقہ کیا ہے؟ حسن معاملہ ہر مسلمانوں کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے، اور وہ مسلمانوں سے خصوصاً رشتہ داروں اور بھائیوں سے بلا سودی قرض نہیں ملتا ہے، اس لئے غیر قوم سے سودی قرض لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور مسلمان اس طرح برباد ہوتے ہیں، بے سودی قرض نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان بھائی بوجہ بدمعاملگی قرض دیتے ہی نہیں، ایسے مسلمان کچھ ضرور ہیں، جو مسلمانوں کی امداد کر سکتے ہیں، اور قرض دے سکتے ہیں، مگر ان کو خوف ہوتا ہے کہ قرض دیں گے، تو پھر کیا لیں گے

ہماری حالت ایسی ہے کہ اپنے بھائی کا روپیہ دینا نہیں چاہتے ہیں، اگر خوش معاملگی ہم میں رائج ہو جاتے، تو آپس میں ایک دوسرے کی حاجت روائی ہوتی رہے اور سود دینے کی ضرورت نہ پڑے، اسی بدمعاملگی کا نتیجہ ہے کہ قرض لینے کوئی آتا ہے لیکن ہم بہانہ کر دیتے ہیں، کہ افسوس اس وقت ہاتھ خالی ہے، معاف کیجئے، حالانکہ بکس میں روپیہ موجود ہے، اگر خوش معاملگی ہوتی اور قرض ادا کرنے کی عادت ہوتی، تو وہ شخص جس کے پاس روپیہ بیکار پڑا ہوا ہے، ضرور دیتا مسلمان غیر قوم سے سودی قرض لیتے ہیں، نالش ہوتی ہے ڈگری ہوتی ہے، مال اسباب نیلام ہوتا ہے، اور ایک ایک کا دس روپیہ ادا کرتے ہیں، مگر اپنے بھائی سے پڑوس والے مسلمان سے بلا سودی مل جائے، تو بیچارے قرض دینے والے کو پریشان کر دیتے ہیں، جب قرض خواہ مطالبہ کرتا ہے تو قرضدار آنکھیں دکھاتا ہے، اور کہتا ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس قدر بے صبر واقع ہوئے ہیں، تو میں ہرگز آپ سے قرض نہ لیتا، اگر دنیا میں پابندی عہد اور دیانتداری عام ہوتی۔ تو سود کی لعنت میں لوگ ہرگز مبتلا نہ ہوتے، بلکہ بعض محققین کا خیال ہے کہ بدعہدی نے سود کی ایجاد کی ہے، دنیا میں پہلے خیر خواہی بنی نوع

کی بنا پر قرض کا لین دین شروع ہوا، لوگوں کی بدعہدی
سے مشکلات پیش آئیں، تب قرض داروں کی بدعہدی کا
تدارک کرنے کے لئے قرض خواہوں نے سود کا قاعدہ نکالا
کہ اگر تم ایک ماہ تک نہ دوگے، تو دس روپیہ کے بجائے بارہ
روپیہ دینے پڑیں گے، اگر دو ماہ تک نہ دوگے، تو اس قدر
دینے پڑیں گے، مقصد اس سے یہ تھا کہ قرض کی گراں باری
سے ڈر کر ادا کرنے کا جلد سامان کرے گا، لیکن مرور ایام
کے بعد لوگوں نے سود خواری کو اپنا ایک مستقل کسب اور پیشہ
بنا کر بنی نوع کی تباہی کا پورا سامان بنا لیا ہے جس کو اسلام نے
مٹا دیا ہے، اور یہ حکم دیا کہ خدا کی خوشنودی کے لئے خدا کے
بندوں کو قرض حسنہ یعنی بلا سود دو، مگر آج قرض حسنہ مسلمان
مسلمان کو نہیں دیتا، اس کی وجہ صرف بدمعاملگی ہے، بدعہدی
وعدہ فراموشی اور بدنیتی کو ترک کر دیا جاتے، تو بلا سودی قرض
آسانی سے ملیگا، اور مسلمان ہی دیں گے، بعض وقت ایسا
ہوتا ہے کہ قرض دار کے پاس روپیہ موجود رہتا ہے، مگر ادا نہیں کرتا
آپ ہی فرمائیے کہ ایسے حضرات کو قرض حسنہ کون دے اور
قرض حسنہ نہ ملے تو سود کی لعنت میں مسلمان کیوں کر نہ مبتلا ہوں،
پس معلوم ہوا کہ بدمعاملگی تنزل کا بہت بڑا سبب ہے، برخلاف
اس کے ہندوؤں کو دیکھئے اعزہ نہیں تو تجارتی کاروبار والے

ہندو دوسرے ہندوؤں سے سینکڑوں روپیہ لیتے ہیں صبح لیا
شام کو دیا، دس روز کا وعدہ کیا اور ٹھیک دسویں روز ادا ہوجاتا ہے
اب آپ فیصلہ کریں، کون زندہ رہینگے مسلمان یا ہندو، اگر میں
مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا پورا نقشہ کھینچوں، تو اس کے لئے دفتر
چاہیے، اس چھوٹی سی کتاب میں گنجائش نہیں، اگر مسلمان چاہتے ہیں
ہندوستان میں زندہ رہیں تو ہم کو اپنا اخلاق درست کرنا چاہیے

تنظیم

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب غار حرا سے پیغام حق لیکر
نکلے تو سعادتمندان ازلی آپکے صدائے حق کو سن کر ساتھ ہو گئے
تھے، اور ایک ایسے سلسلۂ اتحاد میں منسلک ہوتے جاتے تھے جس میں کسی
مسلمان کی تفریق نہ تھی، کثیر التعداد مختلف قوموں نے بے سروسامان کے
اس قلیل التعداد اسلامی گروہ کو گھیر لیا، اور اس کو صفحۂ ہستی سے نیست
و نابود کردینے کا ارادہ مصمم کرلیا، مگر مخالفوں میں تنظیم اور توحید نہیں تھا
اسلئے تمام طاقتیں اسلامی گروہ کے مقابل ناکامیاب رہیں، جب
عرب کی سرزمین میں قبائل باہمی نفاق و شقاق میں مبتلا تھے، اسلام
لاتے ہی ان میں اتحاد و اتفاق کی وہ روح پھونک دی، جس کا
نتیجہ تھا وہ نہ صرف خود منظم ہو گئے، بلکہ باقی اقوام کو بھی تفرقہ کی بلا کر

نجات دلانے کے اہل ہو گئے، آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ ہندوں نے ملت اسلام پر دلیرانہ حملے کا حوصلہ کیونکر کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا نظام وحدت انتشار سے بدل گیا ہے، مسلمانوں کی متحدہ قومیت اپنی مختلف المشرب جماعتوں میں تقسیم ہو گئی ہو کہ اللہ حافظ ہماری نت نئی خانہ جنگی نے ہم کو اغیار میں ذلیل وخوار بنا دیا ہے اقوام عالم کی نظروں میں ایک قوم کا ذلیل وخوار ہونا اس کی تباہی کا پیش خیمہ ہو، ہندوؤں میں سینکڑوں مذہبی فرقے ہیں، اور ان کے اکثر فرقے میں فروعی نہیں، بلکہ اصولی اختلاف ہیں، ایک فرقہ خدائے واحد کو مانتا ہے، تو دوسرا فرقہ کروڑوں خدا کا قائل ہے، ہندوؤں کے سیاسی فرقے بھی بہت ہیں، مگر آفریں ہے ان لوگوں کی مال اندیشی و تدبر پر کہ زمانہ کے تقاضا سے سب اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر ایک تنظیم گاؤ کے عقیدے کو بطور مابہ الاشتراک سامنے لاکر متحد و منظم ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کو لیجیے، ان میں بمقابلہ ہندو مذہبی فرقے کم ہیں، اور جو ہیں بھی ان میں اصولی نہیں، بلکہ فروعی اختلاف ہے، اگر مسلمانوں کے مذہبی فرقوں میں جسقدر جنگ ہو، ہندوؤں میں نہیں، مسلمانوں کے سیاسی فرقوں میں جس قدر ناگفتہ ہے، ہندوؤں میں نہیں، فرقہ بندی، بے عنوانی، زیادتی، ضد، تعصب نے اسلام کا چراغ گل کر دیا،

دیکھہ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیح شیخ
بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھہ

میں یہ نہیں کہتا کہ اہل اسلام کی ہر جماعت اپنے اختلافی مسلک سے دست بردار ہو کر کسی دوسری جماعت کے عقائد و اعمال میں اس کی ہم نوا ہو جائے، کیونکہ یہ ممکن نہیں، اور نہ میں اس کا قائل ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتیں اپنے متفق علیہا اصولوں کو پیش نظر رکھہ کر ایسے متحد و منظم ہو جائیں، کہ مسلمان دشمن اسلام سے محفوظ ہو جائے، ہماری بے نظمی سے ہندوؤں کے حوصلے روز بروز بڑھ رہے ہیں، ہندوؤں میں سنگھٹن ایک حقیقت ہے، تمام قومیں منظم ہو چکی ہیں، اور ہو رہی ہیں، مگر مسلمان ہی خواب غفلت میں پڑے ہیں، مسلمان منظم ہو جائیں ورنہ فنا کے گھاٹ اتر جائینگے، اور دنیا کیلئے اپنی داستان عبرت چھوڑ دینگے

تنظیم کی حقیقت

تنظیم سے مراد یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا رضب العین ایک ہو جائے انفرادی طاقتیں اور جماعتی قوتیں ملکر ایک عظیم الشان متحدہ طاقت کی صورت اختیار کر لیں، مختلف اسلامی جماعتوں کے مشترکہ اغراض و مقاصد، ان کو باہم اسقدر متحد و متصل اور اسقدر متحد کر دیں کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو مرعوب نہ کر سکے، اور مسلمانوں کے منظم ہونے میں

جتنی رکاوٹیں ہیں، سب دور کر دیجاتی ہیں، مثلاً، جہالت، مفلسی، بد
اخلاقی پستی وغیرہ منظم ہونے میں سد راہ ہیں اس لئے ان برائیوں کو
دور کرنا تنظیم میں داخل ہے، تنظیم میں اتفاق، اشتراک عمل، اصلاح
ملت، مالی حالت کی درستگی، تزکیہ اخلاق وغیرہ سب داخل ہیں، تنظیم
سیاسی تحریک نہیں ہے، گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت قائم رہے یا
ہندوؤں کا راج ہو، مکمل آزادی ہو، یا ڈومینین اسٹیٹس (درجہ مستعمرات)
ملے، ڈومینین اسٹیٹس میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ کر دیئے جائیں
یا غیر محفوظ رہیں، بہرحال مسلمانوں کو منظم ہونا چاہیئے، ملک میں نئی
نئی سیاسی تحریکیں پیدا ہوں، تنظیم کو بلاواسطہ ان تحریکوں سے
کوئی تعلق نہیں،

مسلمانوں کی ہر تحریک ناکام کیوں ہوتی ہے؟ اس کی
وجہ یہ ہے کہ ہم غیر منظم ہیں، تنظیم نہ ہونے کے باعث کام تو شروع
کر دیتے ہیں، مگر آخر تک پورے عزم و جوش کے ساتھ جاری
نہیں رکھ سکتے، مسلمانوں کے جو کام ہوتے ہیں، ان میں عدم
تسلسل ضرور پائی جاتی ہے، ایک عارضی جوش اور دوسرے
مرحلے کے بعد پوری مشکلات، تنظیم کا شعور پیدا کر لینے سے تنظیم
نہیں ہوتی، اور نہ صرف تنظیم کا نقشہ تیار کر لینے سے تنظیم ہوتی ہے،
ضرورت اس کی ہے کہ مستقل مزاجی کیساتھ کام کیا جائے اور تنظیم
کا مقصد سیاسی جماعتوں سے علیحدہ رہ کر مسلسل جاری رکھا جاسکے،

تنظیم کا پروگرام

تنظیم کا پروگرام کیا ہونا چاہیئے ، یہ ایک اہم سوال ہے ، مگر اس کا حل بہت آسان ہے ، ہر ضلع بلکہ محلہ و بستی کا پروگرام اس کی ضرورت کے لحاظ سے مرتب ہونا چاہیئے ، پروگرام ایسا ہونا چاہیئے جو مسلمانوں کی جمیع مشکلات پر حاوی ہو ، اگرچہ تنظیم کا پروگرام مرتب کرنے کے لئے پہلے اور اس میں کافی مصالحہ موجود ہے ، تاہم آسانی کے خیال سے میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتا ہوں ، جس کے مطابق کم و بیش ہر ضلع کا پروگرام یعنی دستور العمل مرتب کیا جاسکے ،

(۱) ہر مسلمان کو کلمہ اور اس کے معنی سے واقف کیا جائے

(۲) ہر بالغ مرد و بالغ عورت کو نماز کا پابند بنایا جائے اور مرد کو جماعت کی شدت سے تاکید کی جائے ، حتی الملقدور سورہ فاتحہ و چند سورہ کی معنی سب کو معلوم کرانے کی کوشش کیجائے ۔

(۳) جو مسلمان غیر شرعی رسوم کے پابند ہیں اور ہندوؤں کے پڑوس کی وجہ سے اسلامی قواعد سے منحرف ہیں ان کو راہ راست پر لایا جائے ، ایسے رسموں کو لوگ آسانی سے ترک نہیں کرتے ، نرمی و محبت سے سمجھایا جائے لڑائی جھگڑے سے کام نہ لیا جائے ،

(۴) دین کے ضروری مسائل سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے

(۵) ہر مسلمان کو کل نشہ کی چیزوں یعنی شراب، تاڑی، مدک، چنڈو، گانجہ، بھنگ وغیرہ کے استعمال سے روکا جائے۔

(۶) مسلمانوں کو برے اشغال جیسے گنجفہ، تاش، چوسر، شطرنج، کبوتر بازی، مرغ بازی، پتنگ بازی، قمار بازی وغیرہ سے پرہیز کرایا جائے۔

(۷) بچپن کی شادی ترک کر دی جائے۔ اور لڑکوں و لڑکیوں کو جوان ہوتے ہی بیاہ دیا جائے۔

(۸) نکاح بیوگان کا عام رواج دیا جائے۔

(۹) ابتدائی مکاتب ہر محلہ و بستی میں قائم کئے جائیں۔ ابتدائی تعلیم یکساں لڑکوں اور لڑکیوں کو دی جائے۔

(۱۰) مسلمانوں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جائے

(۱۱) شادی غمی کے رسموں کی فضول خرچیاں مٹا دی جائیں اور جتنی فضول خرچیاں ہیں سب کو روکنے کی کوشش کی جائے

(۱۲) مقدمہ بازیاں کی فضول خرچیاں بند کر دی جائیں۔ سب معاملات پنچایتی سے طے کیا جائے۔ دیوانی کا تو ہر معاملہ پنچایتی سے تصفیہ کیا جائے، اصلاح کرا دیں۔ فوجداری کے بھی چھوٹے چھوٹے معاملات پنچایتی سے طے کیا جائے۔ خونی، ڈاکو، چور اور دوسرے سنگین جرم کے مرتکب ہوں۔ ان کو عدالت سے سزا کرائی جائے

بلکہ ایسے مجرموں کو بستی یا محلہ کے لوگ مل کر عدالت سے سزا کرائیں

(۱۳) ہر محلہ یا بستی میں کچھ مسلمان حاجتمند ہوتے ہیں ، حتی الوسع اہل محلہ ان کی کفالت کریں ، اور خاص کر محتاج یتیم و بیوہ کا خیال کیا جائے ،

(۱۴) خیرات جتنے کئے ، تندرست اور مضبوط جوانوں کو دینے کے بجائے ان کو دیا جائے ، جو کمزور و ناتواں ہیں ، مصیبت میں گرفتار ہیں ، مکان جل گیا ہے ، یا بارش میں گر گیا ہے ، موسم سرما میں جاڑے سے ٹھٹھر رہے ہیں ، لڑکیاں جوان ہوگئیں ، مگر نکاح کے لئے خرچ نہیں ہے ، بیمار کو دوا کیلئے پیسہ نہیں ہے ، وغیرہ وغیرہ ، پہلے رشتہ داروں اور ہمسایوں کا خیال کیا جائے ، اس کے بعد محلہ یا بستی کے دیگر اشخاص کا پھر قریب تر دوسرے محلہ والوں کا و اسیطرح دور دور والوں کا حق پہنچتا ہے ،

(۱۵) حتی الوسع لاوارث بچوں کیلئے یتیم خانے اور اندھے لنگڑے ، اپاہج لوگوں کے لئے محتاج خانے کھولے جائیں ،

(۱۶) سودی قرض لینا ایک دم بند کر دیا جائے

(۱۷) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قرض حسنہ (بلا سودی) دے ، اور وقت پر قرض ادا کرنے کی عادت دلائی جائے ،

(۱۸) ہر قسم کی چھوٹی بڑی تجارت کرنے کی مسلمان کو تاکید

کی جا سکے ۔

(۱۹) ہر صنعت و حرفت میں مسلمانوں کو حصہ لینے کے لئے تیار کیا جائے ۔

(۲۰) کوئی مسلمان نکما و بیکار نہ رہے ۔ اگر محلے یا بستی میں ایسے مسلمان ہوں تو ان کو کسی مشاغل میں مصروف ہونے کے لئے ترغیب دی جائے ۔

(۲۱) حتی الوسع مسلمان کے جیب کا پیسہ مسلمان ہی کے پاس جائے ۔

(۲۲) جسمانی ورزش کی ترویج اہالیان اسلام کو تاکید کی جائے

(۲۳) مسجد، قبرستان، اور اوقاف عیدگاہوں کی حفاظت کی جائے ۔

(۲۴) رفاہ عام کے لئے ہر محلہ و گاؤں میں شفا خانے وغیرہ کا انتظام کیا جائے ۔

(۲۵) مسلمان باہم متحد رہیں اور آپس کے اختلافات خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی، شخصی یا قومی، دور کرنے کی کوشش کی جائے ۔ گو قطعاً غیر ممکن ہے کہ عقائد مختلفہ کا ازالہ کر دیا جائے لیکن باوجود اختلاف عقائد متفرق فرقے یا جماعت کے مسلمان اتحاد و اتفاق سے رہیں کیونکہ کل مسلمان آپس میں بھائی ہیں اختلاف عقیدہ یا رائے سیاسی یا مذہبی کے باعث ہرگز ہرگز

لڑائی جھگڑا نہ کیا جائے، بلکہ شیر وشکر بن کر رہیں تاکہ اسلام کی کمزوری دور ہو جائے۔

(۲۶) غیر مسلم یعنی ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ کیساتھ اتفاق کی زندگی بسر کی جائے۔

(۲۷) اگر غیر مسلم، مسلمانوں پر ظلم کریں تو جائز طریقے سے پوری اجتماعی و اتحادی قوت کیساتھ مدافعت کیجائے اور جہاں تک ممکن ہو مشتعل عالی حوصلگی، عفو و کرم سے کام لیا جائے

(۲۸) غیر مسلم اگرچہ رواداری، یا انصاف مسلمانوں کے ساتھ نہ برتیں تب بھی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بھی رواداری یا انصاف سے دور نہ ہوں، ان کو اسلام کے مقابلہ میں خوف یا بزدلی کا ثبوت ہرگز نہ دیں۔

(۲۹) خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کیلئے اور مدافعت کیلئے ہر محلہ و گاؤں میں والنٹیر یعنی رضاکاران کا دستہ قائم کیا جائے۔

(۳۰) رضاکاروں کی تنظیم کا کام کس دستورالعمل کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ ہر ضلع والے جیسا مناسب سمجھیں مرتب کرکے کام کریں ہم مسلمانان دربھنگہ نے دستورالعمل رضاکاران حسب ذیل مرتب کیا ہے۔ کیا بہتر ہوتا اگر دیگر اضلاع کے مسلمان بھی تمام ہندوستان میں اسی کے مطابق رضاکاروں

کی بھرتی کا کام جوش و استقلال کے ساتھ کریں ۔

دستور العمل جیش رضاکاران اسلام

(۱) ہر گاؤں و محلہ میں رضاکاروں کا ایک یا ایک سے زائد دستہ مرتب ہو ۔ آٹھ سال سے زائد عمر کا ہر مسلمان رضاکار ہو سکتا ہے ۔ ایک دستہ میں زائد سے زائد بیس رضاکار ہوں اگر کسی جگہ دو سے زائد نوعمر رضاکار دستیاب ہوں ، جن کی عمر آٹھ سال سے سولہ سال کے درمیان ہو تو ان کا ایک علیحدہ دستہ مرتب کیا جائے ۔

(۲) ہر دستہ کا نام "جیش رضاکاران اسلام" رکھا جائے اور امتیاز کیلئے گاؤں یا محلہ کا نام آخر میں اضافہ کیا جائے مثلاً "جیش رضاکاران اسلام محلہ باقر گنج"

(۳) ہر دستہ میں انہیں میں سے ایک کپتان اور ایک نائب کپتان چن کر مقرر کیا جائے ۔ کپتان کے غیر حاضری میں نائب کپتان اس کی جگہ پر کام کرے گا ۔ جس کا لقب قائم مقام کپتان ہوگا ۔ قائم مقام کپتان کے مقرر ہونے کے بعد فوراً ہی ایک قائم مقام نائب کپتان باقی رضاکاروں سے چن کر بنایا جائے تاکہ کسی وقت جیش میں دو افسر سے کم نہ ہوں ۔ اگر کسی وجہ سے

انتخاب کا موقعہ نہ ہو تو کپتان یا قائم مقام کپتان کو اپنا نائب مقرر
کرنے کا اختیار ہوگا، افسر رضاکار ایسا ہی مقرر کیا جائے،
جو سمجھدار و مستقل مزاج ہوتا اور جو اپنے ماتحتوں کے ساتھ
شفقت کا برتاؤ کرے، اور جنہیں جیش کے مقاصد و اغراض
کی پورے طور سے بجا لانے کی صلاحیت ہو، مستعد چست
رضاکار ہی بہتر افسر ہو سکتا ہے، ان کو تند مزاج نہ ہونا چاہیے
افسر جتنا ہی چال چلن کا اچھا و سمجھدار ہوگا، اسی نسبت سے اس
جیش کی حالت اچھی و سنبھلی ہوگی،

(۴) ہر جیش کا اپنا جھنڈا سبز رنگ کے کپڑے کا ہوگا،
جس پر ہلال و ستارہ کا نشان اور چوب خط میں اللہ اکبر لکھا
ہوگا،

(۵) ان کے فرض منصبی کے ادائگی کے وقت ہر رضاکار کو
اپنے بائیں سینہ پر سرخ رنگ کے چوکور کپڑے کا بیج (بلہ)
لگانا ہوگا، جس پر دو ہلال کے نشان کے درمیان چوب خط
سے اللہ اکبر لکھا ہو، اور اس کے نیچے جیش رضاکاران اسلام
اور اس سے بھی نیچے محلہ یا گاؤں کا نام امتیاز کیلئے درج ہو،
کپتان کا بیج بیضاوی، (نائب کپتان کا گول ہوگا، جو ذیل کے
نقشوں سے واضح کیا جاتا ہے،

نقشہ جیش رضا کاران اسلام | نقشہ بلہ کپتان | نقشہ بلہ نائب کپتان

اللہ اکبر
جیش رضا کاران اسلام
محلہ باقر گنج

اللہ اکبر
کپتان جیش رضا کاران
اسلام محلہ باقر گنج

اللہ اکبر
نائب کپتان جیش رضا
کاران اسلام محلہ باقر گنج

(۶) بلہ اور جھنڈا کا کپڑا مسلمانوں کے ہاتھ کا بنا ہونا چاہیے۔

(۷) جیش کا نعرہ تکبیر اللہ اکبر ہوگا۔

(۸) ہر رضا کار کیلئے ضروری ہے کہ پہلا کلمہ اور اس کے معنی سے واقف ہو۔

(۹) ہر رضا کار کو نماز کی پابندی کرنی ہوگی۔ د سورہ فاتحہ و بعض چیدہ سور سے معنی و مطالب سے آگاہ کرنے کی کوشش کیجائے گی۔

(۱۰) رضا کاروں کو عہد کرنا ہوگا کہ وہ نشے کے استعمال سے پرہیز کریں گے۔

(۱۱) رضا کار اس کا عہد کرے گا کہ ہر حالت میں وہ سچ بولیگا

(۱۲) ہر رضا کار کی یہ کوشش ہو کہ دن میں کم سے کم ایک موقع کبھی خدا کی مخلوق کی خدمت کرنے کا اس کو ملے۔

نوٹ :- اگر چھوٹی سے چھوٹی خدمت کرنے کا موقع ملے
تو اس کو حقیر سمجھ کر چھوڑ نہ دیں، بلکہ اس کو غنیمت جان کر انجام
دینا چاہیے، کیونکہ چھوٹی چھوٹی خدمتوں کی عادت ڈالنے
ہی سے بڑی بڑی خدمتوں کے انجام دینے کا جذبہ و شوق
پیدا ہوتا ہے، اور صلاحیت آتی ہے، یوں تو خدمتوں کے
اقسام کی کوئی حد نہیں، لیکن تمثیلاً چند کا یہاں ذکر کیا جاتا
ہے، جیسے پیاسے کو پانی پلا دینا، اندھے اور بھولے بھٹکے کو
راستہ بتا دینا، راستہ سے کانٹا یا شیشہ کے ٹکڑوں کو ہٹا دینا
انسان یا جانور کے چھوٹے چھوٹے بچے کو تنہا راہ سے ہٹا دینا
کہ گاڑی یا موٹر سے حادثہ نہ ہو، بھولے بھٹکے بچے یا عورت کو
گھر تک پہنچا دینا، اگر دوسروں کے گھر میں آگ لگی ہو تو چیزوں
کا بچانا، اور آگ بجھانے کی کوشش کرنا، کمسن بچے جو
چڑیا یا جانوروں سے تکلیف دہ کھیل اپنے کو خوش کرنے
کے لئے کرتے ہیں، ان کو سمجھا کر اس سے باز رکھنا، یتیم
لاوارث یا غریب پڑھنے والے لڑکوں کی جاگیر اپنے
محلہ میں کرا دینا، رفاہ عام یا جشن کے فنڈ کے لئے اپنے اپنے
حلقہ میں موٹھیا نکالنے یا جمع کرانے کا انتظام کرنا، اپنے حلقہ
کے غریب ہونہار پڑھنے والے بچے کی فیس وغیرہ کا بندوبست
کرنا، آوارہ حال نوجوان کو کسی مفید روزگار کے لئے ترغیب

دیگر مائل کرنا، اور اگر پڑھنے یا صنعت وحرفت سیکھنے کے لائق ہوں تو شوق دلانا، اپنے حلقہ میں بکار آمد و صحت بخش ورزش وفن کے سیکھنے کا انتظام کرنا، اپنے اپنے محلہ وگاؤں میں راستہ وگلیوں کی صفائی کا انتظام کرنا، اور حفظان صحت کے ابتدائی اصولوں کو خود جاننا، اور دوسروں کو واقفیت کرانا، جس سے قوم کی صحت اچھی ہو، وبائی امراض مثلاً ہیضہ، پلیگ، وچیچک ومویشی کی وبائی بیماری کے پھیلنے کی خبر ڈسٹرکٹ بورڈ یا میونسپلٹی کے افسران، ضلع کے سول سرجن کو بروقت دینا کہ ان لوگوں کے ذریعہ سے دوا پانی وغیرہ کے صفائی کا انتظام ہو سکے، دو جھگڑنے والے کو خوش اسلوبی سے سمجھا کر علیحدہ کر دینا، غریب بیواؤں کو روزگار میں لگا دینا، یا ان کی کفالت کیلئے شریف گھروں میں انتظام کر دینا، اپنے محلہ وگاؤں میں جہاں مکتب نہ ہو قائم کرنا، ان لوگوں کو تعلیم کی رغبت دینا، رضاکاروں یا محلہ والوں کو شام یا فرصت کے وقت اخبار یا مذہبی یا اخلاقی کتابوں کو پڑھ کر سنانا اور سمجھانا، مسلمانوں کو صنعت وحرفت وتجارت کی ترغیب دینا، اور بیکاری وکاہلی کی زندگی کی خرابی کو ان کے ذہن نشین کرنا، اسراف ومذموم رسوم سے خود کو بچانا اور دوسروں کو ان سے بچنے کی تلقین

کر کے کفایت شعاری اور اصلاح کی بنیاد ڈالنا وغیرہ وغیرہ)

(۱۳) ہر رضا کار عہد کرے گا کہ وہ اپنے افسر کے حکم کو ہر حالت میں بجا لائے گا، بشرطیکہ مذہب کے صریح حکم کے خلاف نہ ہو۔

(۱۴) ہر رضا کار کو ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ ابتدائی قواعد اپنے افسر کے حکم پر پاؤں ملا کر چلنا، دائیں بائیں مڑنا وغیرہ سیکھنا ہوگا، کپتان بمشورہ رضاکاران دن و وقت قواعد کے سیکھنے کے لئے مقرر کرے گا۔

(۱۵) تمام جیش کی ایک مرکزی کمیٹی و ایک انتظامی کمیٹی ہر ضلع میں مقرر کیجائے۔

تمام شد

التماس!

کتابت وطباعت کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے
ہوئے ممکن ہے کہ مجھ سے اس ناچیز تصنیف میں ایسی
غلطیاں سرزد ہوئی ہوں جو اسلام اور اہل اسلام کیلئے
مضر ہوں ان غلطیوں کے پہنچنے سے مجھکو اور اس کے
مطالعہ کرنیوالوں کو خدا محفوظ رکھے ناظرین سے میری
عاجزانہ التماس ہے کہ مجھکو میری غلطیوں سے از راہ نوازش
مطلع کردیں تاکہ میں دوسرے ایڈیشن میں انکو دور کردوں

مصنف